وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تيسير الكريم الرحمن
في تفسير كلام المنان

المعروف

تفسیر السعدی (اردو)

فضیلة الشیخ عبدالرحمن بن ناصر السعدی رحمه الله

دار السلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

✿✿✿ توجہ فرمائیں! ✿✿✿

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب............

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اپ لوڈ (UPLOAD) کی جاتی ہیں۔
- متعلقہ ناشرین کی اجازت کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات کی نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

✿✿✿ تنبیہ ✿✿✿

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر
تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں

ٹیم کتاب وسنت ڈاٹ کام

webmaster@kitabosunnat.com

دارالسلام
DARUSSALAM

دارالسلام

کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
ریاض * جدہ * شارجہ * لاہور
لندن * ہیوسٹن * نیو یارک

ہیڈ آفس : پوسٹ بکس:22743 الریاض:11416 سعودی عرب
فون : 4033962 - 4043432 (00966 1) فیکس: 4021659
ای میل: darussalam@naseej.com.sa بک شاپ فون و فیکس: 4614483

جدہ فون و فیکس : 6807752 الخبر فون: 8692900 فیکس: 8691551
شارجہ فون : 5632623 فیکس: 5632624 (009716)

پاکستان : ① 50 لوئر مال نزد ایم ۔ اے ۔ او کالج لاہور فون: 7232400 - 7240024 (0092 42)
فیکس: 7354072 ای میل: darussalampk@hotmail.com
② اقرا سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703

لندن فون: 5202666 فیکس : 5217645 (0044 208)
ہیوسٹن فون: 7220419 فیکس: 7220431 (001 713) نیو یارک فون: 6255925 (001 718)
Website: http://www.dar-us-salam.com

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ

تیسیر الکریم الرحمن

فی تفسیر کلام المنان

(اردو ترجمہ)

پا رۃ نمبر بیس 20

مفسر قرآن: فضیلۃ الشیخ **عبد الرحمان بن ناصر السعدی** رحمہ اللہ

تحقیق: **عبد الرحمان بن معلا اللویحق** حفظہ اللہ

ترجمۃ القرآن: **حافظ صلاح الدین یوسف** حفظہ اللہ

ترجمۃ التفسیر: **پروفیسر طیب شاہین لودھی** حفظہ اللہ

دار السلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرمانِ الٰہی

وَقَالَ الرَّسُوْلُ

يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا

اور رسول (ﷺ روزِ قیامت) فرمائیں گے :

"الٰہی! یقیناً میری قوم نے اِس قرآن کو پسِ پشت ڈال دیا تھا۔"

(الفرقان: ۳۰/۲۵)

فرمانِ نبوی

اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ

بِهٰذَا الْكِتٰبِ اَقْوَامًا وَّيَضَعُ بِهٖ اٰخَرِيْنَ

اللہ تعالیٰ اِس کتاب کے ذریعے بہت سی قوموں کو بلندیاں

عطا فرماتا ہے اور اسی کی وجہ سے دوسروں کو ذلت و پستی میں دھکیل دیتا ہے

(صحیح مسلم، حدیث: ۸۱۷)

پارۃ نمبر بیس 20

نمبر شمار	نام سورت	صفحہ نمبر	شمار پارہ
۲۷	سورۃ النمل (جاری)	1956	۱۹ - ۲۰
۲۸	سورۃ القصص	1969	۲۰
۲۹	سورۃ العنکبوت	2019	۲۰ - ۲۱

أَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَأَنْبَتْنَا بِهٖ
(یہ بت بہتر ہیں) یا وہ (اللہ) جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو اور اتارا تمہارے لیے آسمان سے پانی، پس اگائے ہم نے اس سے
حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ۗ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۗ
باغات پر رونق؟ نہیں تھی (قدرت) تمہیں یہ کہ اگاتے تم ان کے درخت، کیا ہے کوئی (اور) معبود ساتھ اللہ کے؟
بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ۗ (٦٠)
بلکہ (یہ) وہ لوگ ہیں جو (اللہ کے) برابر (ہمسر) ٹھہراتے ہیں ○

اللہ تعالیٰ نے ان تمام تفاصیل کا ذکر کیا ہے جن سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ وہی الٰہ معبود ہے، صرف اسی کی عبادت حق اور اس کے سوا دوسروں کی عبادت باطل ہے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿ أَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ ﴾ یعنی بھلا وہ کون ہے جس نے آسمانوں کو اور ان کے اندر سورج، چاند، ستاروں اور فرشتوں کو، نیز زمین کو اور اس کے اندر پہاڑوں، سمندروں، دریاؤں اور درختوں وغیرہ کو پیدا کیا؟ ﴿ وَأَنْزَلَ لَكُمْ ﴾ ''اور نازل کیا تمہارے لیے'' یعنی تمہاری خاطر ﴿ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً فَأَنْبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ﴾ ''آسمان سے پانی، پھر ہم ہی نے اس سے باغات اگائے۔'' ﴿ ذَاتَ بَهْجَةٍ ﴾ ''رونق والے۔'' یعنی وہ درختوں کی کثرت، ان کے تنوع اور اچھے پھلوں کی وجہ سے خوبصورت منظر پیش کرتے ہیں۔ ﴿ مَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ﴾ اگر بارش نازل کر کے تم پر اللہ تعالیٰ نے احسان نہ کیا ہوتا تو تم ان درختوں کو کبھی اگا نہ سکتے۔ ﴿ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ﴾ ''کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے'' جو یہ افعال سر انجام دیتا ہو اور اس بنا پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی بھی عبادت کی جائے؟ ﴿ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ﴾ ''بلکہ یہ لوگ (تو اللہ تعالیٰ کے) ہمسر ٹھہراتے ہیں۔'' اس حقیقت کا علم رکھنے کے باوجود کہ اللہ تعالیٰ اکیلا عالم علوی اور عالم سفلی کا خالق اور رزق نازل کرنے والا ہے، وہ غیر اللہ کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہیں۔

أَمَّنْ جَعَلَ الْأَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ أَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ
(یہ بت بہتر ہیں) یا وہ (اللہ) جس نے بنایا زمین کو ٹھہرنے کے لائق اور بنا دیں اسکے درمیان نہریں اور بنائے اس کیلئے مضبوط پہاڑ اور بنا دی
بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ۗ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۗ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۗ (٦١)
درمیان دو سمندروں کے آڑ؟ کیا ہے کوئی (اور) معبود ساتھ اللہ کے؟ (نہیں!) بلکہ اکثر ان کے نہیں علم رکھتے ○

یعنی کیا یہ بت اور اصنام جو ہر لحاظ سے ناقص ہیں، جن سے کوئی فعل صادر نہیں ہوتا، جو رزق دینے پر قادر ہیں نہ کوئی نفع پہنچانے کی قدرت رکھتے ہیں، وہ بہتر ہیں یا اللہ تعالیٰ؟ جس نے ﴿ جَعَلَ الْأَرْضَ قَرَارًا ﴾ ''زمین کو قرار گاہ بنایا۔'' جہاں بندے گھر اور ٹھکانا بناتے ہیں، کھیتی باڑی کرتے ہیں، عمارتیں تعمیر کرتے ہیں اور ادھر ادھر

آتے جاتے ہیں۔ ﴿وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا﴾ یعنی اس نے زمین کے اندر دریا جاری کئے جن سے اس کے بندے اپنی کھیتیوں اور باغات میں فائدہ اٹھاتے ہیں، ان سے خود پانی پیتے ہیں اور اپنے جانوروں کو پلاتے ہیں۔ ﴿وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِیَ﴾ "اور رکھ دیے اس کے اندر بوجھ۔" یعنی زمین کے اندر پہاڑ جما دیے جو اسے مضبوط رکھتے ہیں تاکہ یہ کہیں ڈھلک نہ جائے اور پہاڑ میخوں کا کام دیں تاکہ زمین نہ ہلے۔ ﴿وَجَعَلَ بَیْنَ الْبَحْرَیْنِ﴾ "دو دریاؤں کے مابین بنائی" یعنی نمکین اور کھاری سمندر اور میٹھے سمندر کے درمیان ﴿حَاجِزًا﴾ "رکاوٹ۔" جو ان دونوں کو خلط ملط ہونے سے روکے ہوئے ہے تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ دونوں پانیوں کی منفعت مقصود ضائع ہو جائے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے درمیان زمین کی رکاوٹ حائل کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے دریاؤں کی گزر گاہوں کو سمندر سے بہت دور رکھا ہے تاکہ دریاؤں سے مصالح اور مقاصد کا حصول ممکن ہو۔

﴿ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ﴾ "کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے" جو یہ تمام افعال سرانجام دیتا ہو اور یوں اسے اللہ تعالیٰ کا ہمسر قرار دے کر اسے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا جائے؟ ﴿بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾ "بلکہ اکثر لوگ نہیں جانتے" اس لئے وہ اپنے سرداروں کی تقلید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں ورنہ اگر انہیں پوری طرح علم ہوتا تو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کبھی شرک نہ کرتے۔

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَیَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ

(یہ بت بہتر ہیں) یا وہ (اللہ) جو قبول کرتا ہے (دعا) لاچار کی جب وہ پکارتا ہے اسے اور وہ دور کر دیتا ہے برائی کو اور وہ بناتا ہے تمہیں جانشین زمین میں؟

ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۟ؕ (٦٢)

کیا ہے کوئی (اور) معبود ساتھ اللہ کے؟ بہت ہی کم نصیحت حاصل کرتے ہو تم ○

یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور ہستی ہے جو مضطرب و مجبور کی دعاؤں کا جواب دیتی ہو کہ جسے کرب و غم نے بے قرار کر رکھا ہو، جس کے لئے مطلوب کا حصول مشکل ہو اور جس مصیبت میں وہ مبتلا ہے اس سے گلو خلاصی پر مجبور ہو؟ اللہ تعالیٰ کے سوا برائی، مصیبت، شر اور اللہ تعالیٰ کی ناراضی کو کون دور کرتا ہے؟ کون ہے جو تمہیں زمین میں خلیفہ بناتا ہے، زمین میں تمہیں تمکن عطا کرتا ہے، تمہیں رزق سے نوازتا ہے اور تمہیں اپنی نعمتوں سے بہرہ مند کرتا ہے؟ اور تم گزرے ہوئے لوگوں کے خلیفہ بنتے ہو جس طرح عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں موت سے ہمکنار کرے گا اور تمہارے بعد کچھ اور لوگوں کو لے آئے گا۔ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے جو یہ تمام افعال سرانجام دیتا ہو؟ کوئی ایسی ہستی نہیں جس سے تمام افعال صادر ہوتے ہوں حتیٰ کہ اے مشرکو! تمہیں خود بھی اس کا اقرار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب انہیں کوئی تکلیف پہنچتی تھی تو دین کو خالص کر کے صرف اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے تھے کیونکہ انہیں علم تھا کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی اس تکلیف کو دور کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ ﴿قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ﴾ یعنی تم بہت کم

نصیحت پکڑتے ہو اور بہت کم تدبر کرتے ہو حالانکہ یہ معاملات ایسے ہیں کہ اگر تم ان سے نصیحت پکڑو تو تمہیں نصیحت آ جائے اور تم ہدایت کی طرف لوٹ آؤ۔ مگر غفلت اور اعراض تم پر مسلط ہے بنا بریں تم جہالت سے باز آتے ہو نہ راہ راست پر چلتے ہو۔

اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ

(یہ بت بہتر ہیں) یا وہ (اللہ) جو راہ دکھاتا ہے تمہیں اندھیروں میں خشکی اور تری کے اور وہ جو بھیجتا ہے ہوائیں خوشخبری دینے والی پہلے

رَحْمَتِهٖ ۭ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۭ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۭ ﴿٦٣﴾

اپنی رحمت (بارش) کے کیا ہے کوئی (اور) معبود ساتھ اللہ کے؟ برتر ہے اللہ اس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں ○

وہ کون ہے جو تمہیں اس وقت راہ دکھاتا ہے جب تم بحر و بر کی تاریکیوں میں سفر کر رہے ہوتے ہو جہاں تمہارے پاس کوئی راہنمائی کرنے والا ہوتا ہے نہ کوئی علامت دکھائی دیتی ہے اور نہ کوئی ایسا وسیلہ ہوتا ہے جس کے ذریعے سے تم نجات حاصل کر سکو۔ البتہ اللہ تعالیٰ کی راہنمائی تمہارے کام آتی ہے، وہ تمہارے لئے راستے کو آسان کرتا ہے وہ تمہیں اسباب مہیا کرتا ہے جن کے ذریعے سے تم صحیح راستہ پا لیتے ہو۔ ﴿وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ﴾ ”اور کون ہواؤں کو اپنی رحمت سے پہلے خوش خبری بنا کر بھیجتا ہے۔“ یعنی بارش ہونے سے پہلے۔ پس اللہ تعالیٰ ان ہواؤں کو بھیجتا ہے وہ بادل اٹھاتی ہیں، ان کو اکٹھا کرتی ہیں پھر ان کو بارآور کرتی ہیں اور بارش برسنے سے پہلے ہی بندے ان ہواؤں کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔

﴿ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ﴾ ”کیا اللہ کے ساتھ کوئی معبود ہے“ جس نے یہ تمام افعال سرانجام دیے ہیں یا صرف اکیلے اللہ تعالیٰ سے یہ افعال صادر ہوئے ہیں؟ پھر تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو کیوں شریک ٹھہراتے ہو اور اس کے سوا دوسروں کی عبادت کیوں کرتے ہو؟ ﴿تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ اللہ بہت بڑا اور ان کے شرک اور ہمسر قرار دینے سے منزہ اور پاک ہے۔

اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۭ ءَاِلٰهٌ مَّعَ

(یہ بت بہتر ہیں) یا وہ (اللہ) جو پہلی بار پیدا کرتا ہے مخلوق کو پھر لوٹائیگا اسے اور وہ جو رزق دیتا ہے تمہیں آسمان اور زمین سے؟ کیا ہے کوئی (اور) معبود ساتھ

اللّٰهِ ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٦٤﴾

اللہ کے؟ کہہ دیجئے! لے آؤ تم اپنی دلیل اگر ہو تم سچے ○

وہ کون ہے جو تخلیق کا آغاز کرتا ہے، جو تمام مخلوقات کو پیدا کرتا ہے اور ان مخلوقات کی تخلیق کی ابتدا کرتا ہے پھر قیامت کے روز مخلوق کا اعادہ کرے گا؟ وہ کون ہے جو تمہیں بارش اور نباتات کے ذریعے سے آسمان اور زمین سے رزق مہیا کرتا ہے؟ ﴿ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ﴾ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور ہستی ہے جو یہ سب کچھ کرنے کی قدرت رکھتی

ہو؟ ﴿قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ﴾ یعنی اپنے دعوے پر کوئی حجت اور دلیل لاؤ ﴿اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''اگر تم سچے ہو۔'' ورنہ تمہارا یہ قول کہ یہ بت اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں، مجرد دعویٰ ہے۔ اس کی توثیق و تصدیق کسی دلیل کے ساتھ کرو ورنہ اس حقیقت کا اعتراف کرلو کہ تمہارا موقف باطل ہے اور تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں۔ پس تم یقینی اور قطعی دلائل اور براہین کی طرف رجوع کرو جو اس حقیقت پر دلالت کرتے ہیں کہ وہ اللہ جو تمام تصرفات کا اختیار رکھتا ہے وہی اس بات کا مستحق ہے کہ عبادت کی تمام انواع کو صرف اسی کے ساتھ مختص کیا جائے۔

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ
کہہ دیجیے! نہیں جانتا کوئی بھی آسمانوں اور زمین میں غیب کی بات سوائے اللہ کے اور نہیں شعور رکھتے وہ کہ کب
يُبْعَثُوْنَ ﴿٦٥﴾ بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ ۧ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا ۫ بَلْ هُمْ مِّنْهَا
وہ اٹھائے جائیں گے؟ ○ بلکہ ختم ہوگیا ہے ان کا علم آخرت کے بارے میں بلکہ وہ شک میں ہیں اس سے، بلکہ وہ اس سے
عَمُوْنَ ﴿٦٦﴾ ؑ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَآ اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ﴿٦٧﴾ ع۵
اندھے ہیں ○ اور کہا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا، کیا جب ہوجائینگے ہم مٹی، اور ہمارے باپ دادا بھی، تو کیا ہم (پھر زمین سے) نکالے جائینگے؟ ○
لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٦٨﴾
البتہ تحقیق وعدہ دیئے گئے اس بات کا ہم اور باپ دادا ہمارے اس سے پہلے، نہیں ہیں یہ مگر افسانے پہلے لوگوں کے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ صرف وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کے غیب کا علم رکھتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۚ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ (الانعام: ٥٩/٦) ''اور اسی کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں، اس کے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا، جو کچھ بر و بحر میں ہے وہ سب جانتا ہے، کوئی پتا نہیں جھڑتا مگر وہ اس کے علم میں ہوتا ہے۔ کوئی تر اور کوئی سوکھی چیز نہیں مگر ایک واضح کتاب میں درج ہے۔'' اور فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ۗ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۗ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ﴾ (لقمان: ٣١/٣٤) ''قیامت کی گھڑی کا اللہ ہی کو علم ہے، وہی بارش برساتا ہے وہی جانتا ہے کہ ماؤں کے رحموں میں کیا ہے، کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کمائی کرنے والا ہے اور کوئی متنفس یہ نہیں جانتا کہ اسے کس سرزمین میں موت آئے گی بے شک اللہ ہی جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔''

اس قسم کے تمام غیوب کے علم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ مختص کیا ہے۔ پس کوئی مقرب فرشتہ یا نبی بھی ان کو نہیں جانتا اور چونکہ وہ اکیلا غیب کا علم رکھتا ہے، اس کا علم تمام بھیدوں، باطنی اور خفیہ امور کا احاطہ کیے ہوئے ہے اس

لئے اس کے سوا کوئی ہستی عبادت کے لائق نہیں۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے آخرت کی تکذیب کرنے والوں کے ضعف علم کے بارے میں ایک کمتر چیز سے برتر چیز کی طرف منتقل کرتے ہوئے آگاہ کیا اور فرمایا: ﴿وَمَا يَشْعُرُوْنَ﴾ یعنی وہ نہیں جانتے ﴿اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ﴾ ”وہ کب اٹھائے جائیں گے؟“ یعنی قبروں سے دوبارہ زندہ کرکے کب کھڑا کیا جائے گا۔ یعنی پس اسی لیے انہوں نے تیاری نہیں کی۔ ﴿بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ﴾ ”بلکہ ان کا علم آخرت کے بارے میں ختم ہوگیا ہے۔“ یعنی بلکہ ان کا علم کمزور ہے' ان کا علم یقینی نہیں ہے اور وہ ایسا علم نہیں جو قلب کی گہرائیوں تک پہنچ سکے۔ یہ علم کا قلیل ترین اور ادنیٰ ترین درجہ ہے۔ بلکہ ان کے پاس کوئی قوی علم ہے نہ کمزور ﴿بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا﴾ ”بلکہ وہ اس سے شک میں ہیں۔“ یعنی آخرت کے بارے میں۔ شک علم کو زائل کر دیتا ہے کیونکہ علم اپنے تمام مراتب میں کبھی شک کے ساتھ یکجا نہیں ہوتا۔ ﴿بَلْ هُمْ مِّنْهَا﴾ ”بلکہ وہ اس سے“ یعنی آخرت کے بارے میں ﴿عَمُوْنَ﴾ ”اندھے ہیں۔“ ان کی بصیرتیں ختم ہوگئیں۔ ان کے دلوں میں آخرت کے وقوع کے بارے میں کوئی علم ہے نہ اس کا کوئی احتمال بلکہ وہ آخرت کا انکار کرتے ہیں اور اس کو بہت بعید سمجھتے ہیں۔

اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَآ اَىِٕنَّا لَمُخْرَجُوْنَ﴾ ”اور کافروں نے کہا کہ جب ہم مٹی ہو جائیں گے اور ہمارے باپ دادا بھی' کیا ہم پھر نکالے جائیں گے۔“ یعنی یہ بہت بعید اور ناممکن ہے۔ انہوں نے کامل قدرت والی ہستی کی قدرت کو اپنی کمزور قدرت پر قیاس کیا۔ ﴿لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا﴾ ”تحقیق وعدہ کیا گیا ہے ہم سے اس کا۔“ یعنی مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کا۔ ﴿نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ﴾ ”ہم سے بھی اور اس سے پہلے ہمارے باپ دادوں سے بھی“ لیکن یہ وعدہ ہمارے سامنے پورا ہوا نہ ہم نے اس کی بابت کچھ دیکھا۔ ﴿اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ یعنی یہ تو محض پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں جن کے ذریعے سے وقت گزاری کی جاتی ہے۔ اس کی کوئی اصل ہے نہ ان میں کوئی سچائی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آخرت کی تکذیب کرنے والوں کے احوال کے بارے میں ایک مرحلے کے بعد دوسرے مرحلے کی خبر دی کہ وہ کوئی علم نہیں رکھتے کہ قیامت کب آئے گی' پھر اس بارے میں ان کے ضعف علم کی خبر دی' پھر آگاہ فرمایا کہ وہ شک میں مبتلا ہیں پھر فرمایا کہ وہ اندھے ہیں پھر خبر دی کہ وہ اس کا انکار کرتے ہیں اور اسے بعید سمجھتے ہیں...... یعنی ان احوال کے سبب سے ان کے دلوں سے آخرت کا خوف نکل گیا اس لئے انہوں نے گناہ اور معاصی کا ارتکاب کیا' ان کے لئے تکذیب حق اور تصدیق باطل آسان ہوگئی اور عبادت کے مقابلے میں انہوں نے شہوات کو حلال ٹھہرا لیا۔ پس وہ دنیا و آخرت کے خسارے میں پڑ گئے۔

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ۝٦٩

کہہ دیجیے! سیر کرو تم زمین میں پھر دیکھو تم کیسا ہوا انجام مجرموں کا؟ ○

اللہ تعالیٰ نے ان امور کی صداقت، جن کے بارے میں انبیاء و مرسلین نے خبر دی ہے، آگاہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِیْنَ﴾ ”کہہ دیجیے! زمین میں چل پھر کر دیکھو، مجرمین کا انجام کیسا ہوا؟“ پس آپ کوئی ایسا مجرم نہیں پائیں گے جو اپنے جرائم پر ڈٹا رہا ہو اور اس کا بدترین انجام نہ ہوا ہو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اسے ایسی سزا دیتا ہے جو اس کے احوال کے لائق ہوتی ہے۔

وَلَا تَحْزَنْ عَلَیْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِیْ ضَیْقٍ مِّمَّا یَمْكُرُوْنَ ۝۷۰ وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ

اور نہ غم کریں آپ ان پر، اور نہ ہوں آپ تنگی میں ان سے جو وہ (آپ کے خلاف) مکر کرتے ہیں ○ اور وہ کہتے ہیں، کب (پورا) ہوگا یہ وعدہ اگر

كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝۷۱ قُلْ عَسٰۤی اَنْ یَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِیْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝۷۲

ہو تم سچے؟ ○ کہہ دیجیے! امید ہے کہ قریب آ لگا ہو تمہارے، بعض وہ (عذاب) جسے تم جلدی طلب کر رہے ہو ○

یعنی اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان جھٹلانے والوں اور ان کے عدم ایمان کی وجہ سے غمزدہ نہ ہوں۔ اگر آپ کو یہ معلوم ہو جائے کہ ان میں کتنی برائی ہے اور وہ بھلائی کی صلاحیت نہیں رکھتے تو آپ کبھی غمگین ہوں گے نہ آپ تنگدل ہوں گے اور نہ آپ کا دل ان کے مکر و فریب پر کوئی قلق محسوس کرے گا۔ ان کے مکر و فریب کا برا انجام آخر کار انہی کی طرف لوٹے گا۔ ﴿وَیَمْكُرُوْنَ وَیَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمٰكِرِیْنَ﴾ (الانفال: ۸/ ۳۰) ”وہ چال چلتے ہیں، اللہ بھی ان کے مقابلے میں چال چلتا ہے، اور اللہ بہترین چال چلنے والا ہے۔“

آخرت اور اس حق کو جھٹلانے والے جسے لے کر رسول مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے ہیں، عذاب کے لئے جلدی مچاتے ہوئے کہتے ہیں: ﴿مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ﴾ ”اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟“ یہ ان کی جہالت اور حماقت پر مبنی رائے ہے کیونکہ اس وعدے کا وقوع اور اس کا وقت اللہ تعالیٰ نے اپنی تقدیر کے مطابق مقرر کر رکھا ہے۔ اس کا جلدی نہ آنا ان کے کسی مطلوب و مقصود پر دلالت نہیں کرتا۔ اس کے ساتھ ساتھ جس کے بارے میں وہ جلدی مچاتے ہیں اس کے بارے میں ڈراتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ﴿قُلْ عَسٰۤی اَنْ یَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ﴾ یعنی ہو سکتا ہے وہ وقت مقرر قریب آ گیا ہو اور ہو سکتا ہے وہ تم پر واقع ہونے کے قریب ہو۔ ﴿بَعْضُ الَّذِیْ تَسْتَعْجِلُوْنَ﴾ یعنی وہ عذاب جس کے لئے تم جلدی مچاتے ہو۔

وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَی النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَشْكُرُوْنَ ۝۷۳ وَاِنَّ رَبَّكَ

اور بلاشبہ آپ کا رب البتہ فضل والا ہے لوگوں پر لیکن اکثر ان کے نہیں شکر کرتے ○ اور بلاشبہ آپ کا رب

لَیَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ۝۷۴ وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ

البتہ جانتا ہے جو کچھ چھپاتے ہیں ان کے سینے اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں ○ اور نہیں کوئی پوشیدہ چیز

فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ۝۷۵

آسمان اور زمین میں مگر وہ ہے کتاب واضح میں ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی وسعت جود وسخا اور کثرتِ فضل وکرم کے بارے میں اپنے بندوں کو آگاہ کرتا ہے اور ان نعمتوں پر شکرادا کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ بایں ہمہ اکثر لوگ شکرادا کرنے سے گریز کرتے ہیں اور نعمتوں میں مشغول ہو کر نعمتیں عطا کرنے والے کو فراموش کر دیتے ہیں۔ ﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ﴾ ''اور بلاشبہ جو باتیں ان کے سینے چھپاتے ہیں' تمہارا رب ان کو جانتا ہے۔'' یعنی جو ان کے سینوں میں جمع ہے ﴿وَمَا يُعْلِنُوْنَ﴾ ''اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں۔'' اس لئے انہیں اس ہستی سے ڈرنا چاہیے جو ظاہر و باطن کا علم رکھتی ہے اور اس سے خوف کھانا چاہیے۔ ﴿وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ﴾ یعنی آسمان وزمین کی کوئی چھپی ہوئی چیز اور عالم علوی اور عالم سفلی کا کوئی بھید ایسا نہیں جو ﴿اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''واضح کتاب میں نہ ہو۔'' اس کتاب نے ان تمام امور وحوادث کا احاطہ کر رکھا ہے جو اب تک وقوع میں آچکے ہیں اور جو قیامت تک واقع ہوں گے۔ پس جو بھی چھوٹا یا بڑا حادثہ وقوع میں آتا ہے وہ اس کے مطابق ہوتا ہے جو لوح محفوظ میں درج ہے۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿٧٦﴾

بلاشبہ یہ قرآن بیان کرتا ہے بنی اسرائیل پر اکثر وہ باتیں کہ وہ جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں ○

وَاِنَّهٗ لَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٧٧﴾

اور بلاشبہ وہ (قرآن) البتہ ہدایت اور رحمت ہے مومنوں کے لیے ○

یہ آیت کریمہ اس بارے میں خبر دیتی ہے کہ قرآن کتب سابقہ کی تصدیق وتوضیح اور ان کی تفصیل بیان کرتا ہے۔ چونکہ کتب سابقہ کے بارے میں بنی اسرائیل میں اشتباہ واختلاف واقع ہوا ہے اس لئے قرآن کریم نے ایسی توضیحات بیان کی ہیں جن سے اشکال دور ہو جاتا ہے اور مختلف فیہ مسائل میں راہ صواب واضح ہو جاتی ہے اور جب اس میں جلالت ووضاحت' ہر اختلاف کا ازالہ اور ہر اشکال کی تفصیل جمع ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں پر سب سے بڑی نعمت ہے' مگر سب بندے اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکرادا نہیں کرتے۔ اس لیے واضح فرما دیا کہ قرآن کا فائدہ' اس کی روشنی اور راہنمائی صرف اہل ایمان کے لیے مختص ہے۔ پس فرمایا: ﴿وَاِنَّهٗ لَهُدًى﴾ ''اور بے شک یہ ہدایت ہے۔'' یعنی ضلالت' شبہات اور گمراہی کے جھاڑ جھنکار کے درمیان راہ ہدایت ہے ﴿وَّرَحْمَةٌ﴾ ''اور رحمت ہے۔'' اس سے ان کے سینے ٹھنڈے اور ان کے تمام دینی اور دنیاوی امور درست ہوتے ہیں ﴿لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ یہ ان لوگوں کے لیے رحمت ہے جو اس پر ایمان رکھتے ہیں' اس کی تصدیق کرتے ہوئے اس کو قبول کرتے ہیں' اس میں تدبر اور اس کے معانی میں غور وفکر کرتے ہیں۔ پس انہی لوگوں کو صراط مستقیم کی طرف راہنمائی اور رحمت سے سرفراز کیا جائے گا جو سعادت اور فوز وفلاح کو متضمن ہے۔

اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِىْ بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ (۷۸)

بے شک آپ کا رب فیصلہ کرے گا ان کے درمیان اپنے حکم سے اور وہی ہے نہایت غالب، خوب جاننے والا ○

یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ ان اختلاف کرنے اور جھگڑنے والوں کے درمیان عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کرے گا۔ اگرچہ دنیا میں معاملات کے بارے میں دلیل کے مخفی رہ جانے اور بعض دیگر مقاصد کی بنا پر اختلاف کرنے والوں کے درمیان اشتباہ واقع ہو جاتا ہے، مگر جب ان معاملات کے بارے میں اللہ تعالیٰ فیصلہ کرے گا تو حق واقع کے مطابق واضح اور روشن ہو کر سامنے آ جائے گا ﴿وَهُوَ الْعَزِيْزُ﴾ وہ تمام خلائق پر غالب ہے پس اس کے سامنے سر اطاعت خم کر دو ﴿الْعَلِيْمُ﴾ وہ تمام اشیاء کا علم رکھتا ہے ﴿الْعَلِيْمُ﴾ وہ اختلاف کرنے والوں کے اقوال سے آگاہ ہے، وہ جانتا ہے کہ یہ اقوال کس لئے صادر ہوئے ہیں، ان کے مقاصد اور ان کی غرض وغایت کیا ہے، ان اختلاف کرنے والوں کو وہ اپنے علم کے مطابق جزا دے گا۔

فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ (۷۹) اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ

پس آپ توکل کریں اللہ پر، بلاشبہ آپ ہیں اوپر حق صریح کے ○ یقیناً آپ نہیں سنا سکتے مُردوں کو، اور نہیں سنا سکتے آپ بہروں کو

الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ (۸۰) وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِى الْعُمْىِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ

(اپنی) پکار جب وہ پھر جائیں پیٹھ پھیر کر ○ اور نہیں آپ راہ پر لانے والے اندھوں کو ان کی گمراہی سے، نہیں سنا سکتے آپ

اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ (۸۱)

مگر اسی شخص کو جو ایمان لاتا ہے ساتھ ہماری آیتوں کے، پس وہی ہیں فرماں بردار ○

یعنی جلب منفعت، دفع ضرر، تبلیغ رسالت، اقامت دین اور دشمنان اسلام کے خلاف جہاد کرنے میں آپ اپنے رب پر بھروسہ کیجئے! ﴿اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ﴾ ”بے شک آپ واضح حق پر ہیں“۔ وہ شخص جو حق پر ہو، حق کی طرف دعوت دیتا ہو اور اس کی مدد کرتا ہو، اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے میں کسی دوسرے کی نسبت زیادہ مستحق ہے۔ کیونکہ وہ ایک ایسے معاملے کے لئے کوشاں ہے، جس کی صداقت قطعی ہے اور جس میں کوئی شک وشبہ نہیں، نیز یہ انتہائی واضح طور پر حق ہے یہ کوئی چھپی ہوئی چیز ہے نہ اس میں کوئی اشتباہ ہے۔ جب آپ حق کی خاطر کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہیں تو کسی کا گمراہ ہونا آپ کو کوئی نقصان نہیں دے سکتا اور ان کو ہدایت دینا آپ کی ذمہ داری نہیں ہے، اس لئے فرمایا: ﴿اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ﴾ ”کچھ شک نہیں کہ آپ مردوں کو سنا سکتے ہیں نہ بہروں کو۔“ یعنی جب آپ ان کو پکارتے اور ندا دیتے ہیں اور خاص طور پر ﴿اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ﴾ ”اس وقت جبکہ وہ منہ پھیر کر جا رہے ہوں“ تب یہ عدم سماع کی انتہا کو پہنچے ہوئے ہوتے ہیں۔ ﴿وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِى الْعُمْىِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ﴾ ”اور نہ آپ اندھوں کو گمراہی سے (نکال کر)

راستہ دکھا سکتے ہیں۔'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ ﴾ (القصص:٥٦/٢٨) ''آپ جسے چاہیں اسے ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ جسے چاہے ہدایت دیتا ہے۔'' ﴿ إِن تُسْمِعُ إِلَّا مَن يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُم مُّسْلِمُونَ ﴾ ''آپ تو ان ہی کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں اور وہ مطیع ہو جاتے ہیں۔'' یہی لوگ جو آپ کے سامنے سر اطاعت خم کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان رکھتے ہیں اپنے اعمال اور اپنی اطاعت کے ذریعے سے ان آیات کی اتباع کرتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ﴿ إِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ وَالْمَوْتَىٰ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ ثُمَّ إِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ﴾ (الانعام:٣٦/٦) ''حق کو صرف وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو سنتے ہیں اور مردوں کو تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز زندہ کرے گا پھر وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔''

وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ

اور جب واقع (ہونے کو) ہوگا قول ان پر تو نکالیں گے ہم ان کیلئے ایک جانور زمین سے، وہ کلام کرے گا ان سے کہ بیشک لوگ

كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ ﴿٨٢﴾

تھے ہماری آیتوں پر نہیں یقین رکھتے ○

یعنی جب لوگوں پر وہ بات پوری ہونے کا وقت آ پہنچے گا جسے اللہ تعالیٰ نے حتمی قرار دیا ہے اور اس کا وقت مقرر کر دیا ہے ﴿ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ ﴾ ''تو ہم ان کے لئے زمین میں سے ایک جانور نکالیں گے'' یا زمین کے جانوروں میں سے ایک جانور، جو آسمان کے جانوروں میں سے نہیں ہوگا۔ ﴿ تُكَلِّمُهُمْ ﴾ یہ جانور بندوں کے ساتھ کلام کرے گا کہ بے شک لوگ ہماری آیتوں پر ایمان نہیں لاتے، یعنی اس وجہ سے کہ لوگوں کا علم اور آیات الٰہی پر ان کا یقین کمزور ہو جائے گا، تو اللہ تعالیٰ اس جانور کو ظاہر فرمائے گا جو کہ اللہ تعالیٰ کی حیرت انگیز نشانیوں میں سے ہے تاکہ اس چیز کو وہ لوگوں پر کھول کھول کر بیان کر دے جس میں وہ شک کیا کرتے تھے۔ یہ جانور وہ مشہور جانور ہے جو آخری زمانے میں ظاہر ہوگا اور قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ اس بارے میں بکثرت احادیث وارد ہوئی ہیں، (اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے اس جانور کی کیفیت اور اس کی نوع ذکر نہیں فرمائی۔ یہ آیت کریمہ تو دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کے لیے ظاہر کرے گا اور وہ خارق عادت کے طور پر لوگوں سے کلام کرے گا اور یہ ان سچے دلائل میں سے ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بتایا ہے۔ واللہ اعلم) ①

---

① بریکٹوں کے درمیان والی عبارت نسخہ الف کے حاشیے میں شیخ (مؤلف تفسیر) کے ہاتھ سے لکھی ہوئی ہے (از محقق)

وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ حَتّٰٓى

اور جس دن اکٹھا کرینگے ہم ہر امت میں سے ایک گروہ ان لوگوں میں سے جو جھٹلاتے تھے ہماری آیتوں کو پس وہ روکے جائینگے○ یہاں تک کہ

اِذَا جَآءُوْ قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِىْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّا ذَا كُنْتُمْ

جب وہ آجائینگے (محشر میں) تو کہے گا (اللہ) "کیا جھٹلایا تھا تم نے میری آیتوں کو جبکہ نہیں احاطہ کیا تھا تم نے انکا علم سے یا کیا تھے تم

تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۸۵﴾

عمل کرتے رہے؟○ اور واقع ہو جائے گا قول (عذاب) ان پر بوجہ اسکے جو ظلم کیا انہوں نے پس وہ نہیں بول سکیں گے○

اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے روز جھٹلانے والوں کی حالت بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ ہر امت میں سے ایک گروہ کو اکٹھا کرے گا۔ ﴿مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ﴾ ''جو ہماری آیات کو جھٹلایا کرتے تھے پس ان کو گروہ بندی کے ساتھ ترتیب وار کھڑا کیا جائے گا۔'' ان کے اول و آخر سب کو جمع کیا جائے گا سب سے پوچھا جائے گا اور سب کو زجر و توبیخ اور ملامت کی جائے گی۔ ﴿حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْ﴾ اور جب وہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو زجر و توبیخ کرتے اور ڈانٹتے ہوئے پوچھے گا ﴿اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِىْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا﴾ ''کیا تم نے میری آیات کو جھٹلایا حالانکہ تمہارے علم نے ان کا احاطہ نہیں کیا تھا۔'' تم پر اس وقت تک توقف کرنا فرض تھا جب تک کہ حق منکشف نہ ہو جاتا اور صرف کسی علم کی بنیاد پر کلام کرتے۔ تم نے ایک ایسے امر کی کیونکر تکذیب کر دی جبکہ تمہیں اس کے بارے میں کچھ علم ہی نہیں ﴿اَمَّا ذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور یہ بھی بتلاؤ کہ تم کیا کچھ کرتے رہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ ان سے ان کے علم اور ان کے عمل کے بارے میں سوال کرے گا تو وہ ان کے علم کو حق کی تکذیب کرنے والا اور ان کے عمل کو غیر اللہ کے لئے یا ان کے رسول (ﷺ) کی سنت کے خلاف پائے گا۔

﴿وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا﴾ اور جب ان کے اس ظلم کی پاداش میں جس پر وہ اڑے ہوئے تھے ان کے لئے عذاب کا حکم متحقق ہو جائے گا اور ان پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہو جائے گی۔ ﴿فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ﴾ ''تو وہ بول نہیں سکیں گے۔'' کیونکہ ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہوگی۔

اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ

کیا نہیں دیکھا انہوں نے کہ بے شک بنایا ہم نے رات کو تا کہ وہ آرام کریں اس میں، اور (بنایا) دن کو دکھلانے والا (روشن)؟

اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۸۶﴾

بلاشبہ اس میں البتہ نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں○

یعنی کیا انہوں نے اس عظیم نشانی اور بہت بڑی نعمت کا مشاہدہ نہیں کیا؟ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے شب و

روز کو مسخر کر دیا۔ یہ رات اپنے اندھیرے کی وجہ سے نعمت ہے لوگ اس میں سکون پاتے اور تھکن سے آرام کرتے ہیں اور کام کے لئے تیار ہو جاتے ہیں اور دن اپنی روشنی کی وجہ سے نعمت ہے تاکہ لوگ اس روشنی میں پھیل جائیں اور اپنی معاش اور دیگر مصروفیات میں مشغول ہو جائیں۔ ﴿ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴾ ”اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو ایمان رکھتے ہیں“ اللہ تعالیٰ کی کامل وحدانیت اور اس کی بے پایاں نعمت پر۔

وَیَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ

اور جس دن پھونکا جائے گا صور میں تو گھبرا جائے گا جو کوئی ہے آسمانوں میں اور جو کوئی ہے زمین میں سوائے اس کے جسے چاہے

اللّٰهُ ؕ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِیْنَ ﴿۸۷﴾ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِیَ تَمُرُّ

اللہ اور سب (لوگ) آئینگے اللہ کے پاس ذلیل ہو کر ○ اور آپ دیکھیں گے پہاڑوں کو تو گمان کرینگے آپ انکو جمے ہوئے جبکہ وہ چل رہے ہونگے

مَرَّ السَّحَابِ ؕ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِیْۤ اَتْقَنَ كُلَّ شَیْءٍ ؕ اِنَّهٗ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۸۸﴾ مَنْ

مانند چلنے بادلوں کے (یہ) کاری گری ہے اللہ کی جس نے پختہ کیا ہر چیز کو بلاشبہ وہ خوب خبردار ہے ساتھ اسکے جو تم کرتے ہو ○ جو شخص

جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَیْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ یَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ ﴿۸۹﴾ وَمَنْ جَآءَ

لائے گا نیکی تو اس کیلئے بہت بہتر (بدلہ) ہوگا اس سے، اور وہ لوگ گھبراہٹ سے اس دن بے خوف ہونگے ○ اور جو شخص لائیگا

بِالسَّیِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِی النَّارِ ؕ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۰﴾

برائی تو اوندھے کر دیئے جائینگے انکے منہ آگ میں (اور کہا جائیگا) نہیں سزا دیئے جاؤ گے تم مگر (اسکی) جو کچھ تھے تم عمل کرتے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کو قیامت کے دن سے، جو انہیں پیش آنے والا ہے، ڈراتا ہے یعنی اس دن انہیں جن سخت مصائب، مشقتوں اور دل کو دہلا دینے والے واقعات کا سامنا کرنا پڑے گا ان سے ڈرتا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿ وَیَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ فَفَزِعَ ﴾ ”اور جس دن صور پھونکا جائے گا تو گھبرا اٹھیں گے۔“ صور پھونکے جانے کی وجہ سے۔ ﴿ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ ﴾ یعنی زمین و آسمان کی تمام مخلوق خوف سے کانپ اٹھے گی اور وہ خوف کی وجہ سے جو انہیں پیش آنے والا ہے سمندر کی موجوں کی مانند ایک دوسرے سے تلاطم خیز ہوں گے ﴿ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ﴾ سوائے ان لوگوں کے جنہیں اللہ تعالیٰ اکرام و تکریم بخش کر ثابت قدمی عطا کرے گا وہ اس گھبراہٹ سے محفوظ رکھے گا۔ ﴿ وَكُلٌّ ﴾ یعنی صور پھونکے جانے کے وقت تمام مخلوق ﴿ اَتَوْهُ دٰخِرِیْنَ ﴾ ذلیل اور مطیع ہو کر بارگاہ رب العزت میں حاضر ہوگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِنْ كُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴾ (مریم: ۹۳/۱۹) ”زمین اور آسمان کے اندر جو بھی مخلوق ہے وہ سب رحمٰن کے حضور بندوں کی حیثیت سے حاضر ہوں گے۔“ اور اس روز مالک الملک کے حضور تذلل اور عاجزی میں رؤساء اور عوام سب برابر ہوں گے۔

قیامت کے روز کی ہولناکی کی وجہ سے ﴿تَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً﴾ ''آپ پہاڑوں کو دیکھیں گے تو خیال کریں گے کہ وہ جامد ہیں۔'' یعنی آپ ان میں سے کوئی چیز مفقود نہ پائیں گے اور آپ سمجھیں گے کہ یہ تمام پہاڑ اپنے اپنے احوال میں باقی ہیں حالانکہ یہ شدت اور ہولناکی کی انتہا کو پہنچے ہوئے ہوں گے اور ٹوٹ پھوٹ کر اور غبار بن کر اڑ جائیں گے اس لیے فرمایا: ﴿وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ﴾ ''اور وہ بادلوں کی چال چل رہے ہوں گے۔'' اپنی خفت اور شدت خوف کے باعث۔ ﴿صُنْعَ اللَّهِ الَّذِي أَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ إِنَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَفْعَلُونَ﴾ ''یہ اللہ کی کاری گری ہے جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا' بے شک وہ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے۔'' پس وہ تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس جزا کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ﴾ ''جو شخص نیکی لے کر آئے گا۔'' یہ اسم جنس ہے جو تمام قسم کی قولی' فعلی اور قلبی نیکیوں کو شامل ہے ﴿فَلَهُ خَيْرٌ مِّنْهَا﴾ ''تو اس کے لیے اس سے بہتر ہے۔'' یہ کمترین تفصیل ہے۔ ① ﴿وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَوْمَئِذٍ آمِنُونَ﴾ یعنی وہ ان تمام امور سے مامون اور مصئون ہوں گے جن سے مخلوق گھبراہٹ اور خوف میں مبتلا ہوگی اگرچہ وہ بھی ان کے ساتھ گھبرا رہے ہوں گے۔

﴿وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ﴾ ''اور جو برائی لے کر آئے گا۔'' یہ اسم جنس ہے جو ہر قسم کی برائی کو شامل ہے ﴿فَكُبَّتْ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ﴾ یعنی انہیں چہروں کے بل جہنم میں پھینکا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا ﴿هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ ''تم کو تو ان ہی اعمال کا بدلہ ملے گا جو تم کرتے رہے ہو۔''

إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هَٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِي حَرَّمَهَا وَلَهُ كُلُّ شَيْءٍ ۖ وَأُمِرْتُ

یقیناً حکم دیا گیا ہوں میں یہ کہ عبادت کروں میں رب کی اس شہر (مکہ) کے وہ جس نے حرمت دی اسکو اور اسی کیلئے ہے ہر چیز، اور حکم دیا گیا ہوں میں

أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿٩١﴾ وَأَنْ أَتْلُوَ الْقُرْآنَ ۖ فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ ۖ

یہ کہ ہوں میں مسلمانوں میں سے ○ اور یہ کہ تلاوت کروں میں قرآن کی، پس جس نے ہدایت پائی تو یقیناً وہ ہدایت پائیگا اپنی ہی ذات کیلئے،

وَمَن ضَلَّ فَقُلْ إِنَّمَا أَنَا مِنَ الْمُنذِرِينَ ﴿٩٢﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ سَيُرِيكُمْ

اور جو شخص گمراہ ہوا تو آپ کہہ دیجیے! یقیناً میں تو ہوں ڈرانے والوں میں سے ○ اور کہہ دیجیے! تمام تعریف اللہ ہی کیلئے ہے، عنقریب وہ دکھائیگا تمہیں

آيَاتِهِ فَتَعْرِفُونَهَا ۚ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٩٣﴾ ع ۱۱ ۲

اپنی نشانیاں سو پہچان لو گے تم ان کو اور نہیں ہے آپ کا رب غافل اس سے جو تم عمل کرتے ہو ○

اے محمد (ﷺ) ان سے کہہ دیجیے: ﴿إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هَٰذِهِ الْبَلْدَةِ﴾ ''مجھے یہی حکم ہوا ہے کہ میں اس شہر کے رب کی عبادت کروں۔'' یعنی مکہ مکرمہ ﴿الَّذِي حَرَّمَهَا﴾ ''جس نے اس کو محترم بنایا۔'' اور اس کے

---

① مصنف رحمہ اللہ نے اس مقام پر سبقت قلم سے سورۃ الانعام کی آیت ﴿فله عشر امثالها﴾ کی تفسیر کر دی ہے۔

رہنے والوں کو نعمتوں سے بہرہ ور کیا۔ پس اس لیے ان پر واجب ہے کہ وہ ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔

﴿وَلَهٗ كُلُّ شَیْءٍ﴾ عالم علوی اور عالم سفلی کی تمام اشیاء کا وہی مالک ہے اور یہ فقرہ اس وہم کے ازالے کے لیے استعمال کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت صرف بیت حرام سے مختص ہے۔ ﴿وَّاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ﴾① یعنی مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں جلدی سے اسلام کی طرف بڑھوں اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی تعمیل کی کیونکہ وہ اولین مسلمان اور سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے مطیع تھے۔

﴿وَ﴾ ''اور'' اسی طرح مجھے یہ حکم بھی دیا گیا ہے ﴿اَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ﴾ ''کہ میں تمہارے سامنے قرآن کی تلاوت کروں'' تاکہ تم اس کے ذریعے سے راہ نمائی حاصل کرو اور اس کے الفاظ اور معانی کو سیکھو۔ یہی میری ذمہ داری ہے جو میں نے پوری کر دی ہے۔ ﴿فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ﴾ ''پس جو شخص راہ راست اختیار کرتا ہے تو وہ اپنے ہی فائدے کے لیے اختیار کرتا ہے۔'' یعنی اس کا فائدہ اسی کو ہو گا اور وہی اس کا پھل پائے گا۔

﴿وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ﴾ ''اور جو گمراہ رہتا ہے تو کہہ دو کہ میں تو صرف متنبہ کرنے والا ہوں۔'' اور ہدایت میرے ہاتھ میں نہیں ہے۔ ﴿وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ یعنی دنیا و آخرت میں 'تمام خلائق' خاص طور پر اللہ تعالیٰ کے خاص اور چنے ہوئے بندوں کی طرف سے ہر قسم کی حمد و ثنا صرف اسی کے لیے ہے۔ کیونکہ ان کی طرف سے اپنے رب کے لیے ہونے والی حمد و ثنا دوسرے لوگوں کی طرف سے ہونے والی حمد و ثنا کی بنسبت زیادہ عظمت کے لائق ہے کیونکہ ان کے درجات بلند' ان کا اللہ تعالیٰ سے قرب کامل نیز ان پر اس کے احسانات زیادہ ہیں۔

﴿سَیُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا﴾ ''وہ عنقریب تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے گا جنہیں تم پہچان لو گے۔'' ان آیات الٰہی کی تمہیں ایسی معرفت حاصل ہو گی جو حق اور باطل کے بارے میں راہنمائی کرے گی۔ اللہ تعالیٰ ضرور تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے گا جن کے ذریعے سے تم اندھیروں میں اپنی راہوں کو روشن کرو گے۔ ﴿لِّیَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَیِّنَةٍ وَّیَحْیٰى مَنْ حَیَّ عَنْۢ بَیِّنَةٍ﴾ (الانفال: ۸/۴۲) ''تاکہ جسے ہلاک ہونا ہے وہ واضح دلیل کے ساتھ ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ واضح دلیل کے ساتھ زندہ رہے۔''

﴿وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور تمہارا رب تمہارے عملوں سے بے خبر نہیں ہے۔'' بلکہ وہ تمہارے اعمال و احوال کو خوب جانتا ہے اور اسے ان اعمال کی جزا کی مقدار کا بھی علم ہے وہ تمہارے درمیان ایسا فیصلہ کرے گا کہ تم اس فیصلے پر اس کی حمد و ثنا بیان کرو گے اور یہ فیصلہ کسی بھی لحاظ سے تمہارے لئے اس کے خلاف حجت نہ ہو گا۔

---

① یہاں مصنف نے سبقت قلم سے ﴿وامرت ان اکون اول المسلمین﴾ لکھ دیا ہے اور اسی کے مطابق تفسیر کی ہے۔

تفسیر سورۃ القصص

سُوْرَةُ الْقَصَصِ (۲۸) مَكِّيَّةٌ (۴۹)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

اٰيَاتُهَا ۸۸ رُكُوْعَاتُهَا ۹

طٰسٓمّٓ ① تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ② نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ

طٰسٓمّٓ ○ یہ آیتیں ہیں کتاب واضح کی ○ پڑھتے ہیں ہم آپ پر کچھ خبریں موسیٰ اور فرعون کی ساتھ حق کے،

لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ③ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ

ان لوگوں کیلئے جو ایمان لاتے ہیں ○ بیشک فرعون نے سرکشی کی زمین (مصر) میں اور بنا دیا اس نے اسکے رہنے والوں کو کئی گروہ، ضعیف سمجھتا تھا وہ

طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ④

ایک گروہ (بنی اسرائیل) کو ان میں سے وہ ذبح کرتا تھا انکے بیٹے اور زندہ رکھتا تھا انکی عورتیں (بیٹیاں)، بلاشبہ وہ تھا فساد کرنیوالوں میں سے ○

وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَىِٕمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ

اور ہم چاہتے تھے یہ کہ احسان کریں ہم ان لوگوں پر جو ضعیف سمجھے جاتے تھے زمین (مصر) میں، اور یہ کہ بنائیں ہم انکو امام (پیشوا)، اور بنائیں ہم انہیں

الْوٰرِثِيْنَ ⑤ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ

وارث (ملک کا) ○ اور قدرت دیں ہم انکو زمین میں اور دکھلائیں ہم فرعون اور ہامان اور ان دونوں کے لشکروں کو ان (کمزوروں کے ہاتھ) سے

مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ⑥ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ

وہ چیز جس سے تھے وہ ڈرتے ○ اور الہام کیا ہم نے موسیٰ کی ماں کو یہ کہ دودھ پلا تو اس (موسیٰ) کو، پس جب ڈرے تو اس پر تو ڈال دینا اسے

فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِيْ وَلَا تَحْزَنِيْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ⑦

دریا میں، اور نہ ڈرنا اور نہ غم کھانا بلاشبہ ہم لوٹانے والے ہیں اسے تیری طرف اور بنانے والے ہیں اس کو رسولوں میں سے ○

فَالْتَقَطَهٗٓ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ۭ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا

(اس نے ڈالا) پس اٹھا لیا اسے فرعون کے گھر والوں نے تاکہ ہو ان کیلئے دشمن اور (باعث) غم، بلاشبہ فرعون اور ہامان اور ان دونوں کے لشکر

كَانُوْا خٰطِــِٕيْنَ ⑧ وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ ۭ لَا تَقْتُلُوْهُ ڰ عَسٰٓى

تھے وہ خطا کار ○ اور کہا بیوی نے فرعون کی (یہ تو) ٹھنڈک ہے آنکھوں کی میرے لئے اور تیرے لئے، نہ قتل کرو تم اسے، امید ہے

اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ⑨ وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ۭ

کہ یہ نفع دے ہمیں یا بنا لیں ہم اسے بیٹا، اور وہ نہیں شعور رکھتے تھے (انجام کا) ○ اور ہو گیا دل موسیٰ کی ماں کا (صبر و قرار سے) خالی

اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰي قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ⑩

بلاشبہ قریب تھا کہ البتہ وہ ظاہر کر دیتی اسکو اگر نہ ہوتی یہ بات کہ مضبوط کر دیا تھا ہم نے اسکے دل کو، تاکہ ہو وہ یقین کرنیوالوں میں سے ○

وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ⑪

اور کہا موسیٰ کی ماں نے اسکی بہن سے پیچھے پیچھے جا تو اسکے، پس وہ (گئی اور) دیکھتی رہی اسے دور سے جبکہ وہ (فرعونی) نہیں شعور رکھتے تھے (اسکا) ○

وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ

اور حرام کر دیا تھا ہم نے موسیٰ پر دائیوں (کے دودھ) کو پہلے اس سے پس کہا (موسیٰ کی بہن نے) کیا رہنمائی کروں میں تمہاری اوپر ایک گھر والوں کے

يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ⑫ فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا

جو پرورش کریں اس (بچے) کی تمہارے لئے اور وہ اسکے خیر خواہ بھی ہیں؟ ○ پس لوٹا دیا ہم نے اسکو اسکی ماں کی طرف تاکہ ٹھنڈی ہوں اسکی آنکھیں

وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ⑬ ع وَلَمَّا بَلَغَ

اور (تاکہ) نہ غم کھائے وہ، اور تاکہ وہ جان لے کہ بیشک وعدہ اللہ کا سچا ہے لیکن اکثر انکے نہیں جانتے ○ اور جب پہنچا وہ (موسیٰ)

اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰٓى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ⑭ وَدَخَلَ

اپنی جوانی کو اور کامل ہو گیا (عقل و شعور میں) تو دیا ہم نے اسکو حکم اور علم اور اسی طرح جزا دیتے ہیں ہم نیکی کرنیوالوں کو ○ اور داخل ہوا وہ (موسیٰ)

الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ۟ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ

شہر میں ایسے وقت کہ غفلت میں تھے اسکے باشندے پس پایا اس نے اس شہر میں دو آدمیوں کو جو باہم لڑ رہے تھے، یہ (ایک تو) اسکے گروہ میں سے تھا،

وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ

اور یہ (دوسرا) اسکے دشمن (گروہ میں) سے پس مدد مانگی موسیٰ سے اس شخص نے جو اسکے گروہ میں سے تھا خلاف اسکے جو اسکے دشمن (گروہ میں) سے تھا،

فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ ۟ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ⑮

پس گھونسا مارا اس (فرعونی) کو موسیٰ نے تو کام ہی تمام کر دیا اسکا، کہا موسیٰ نے یہ (قتل) عمل ہے شیطان کا بلاشبہ وہ دشمن ہے، گمراہ کرنیوالا صریح ○

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ⑯

موسیٰ نے کہا اے میرے رب! بیشک میں نے ظلم کیا ہے اپنے نفس پر پس بخش دے مجھے سو بخش دیا اللہ نے اسے، بلاشبہ وہ ہے، بہت بخشنے والا، رحم کرنیوالا ○

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ ⑰ فَاَصْبَحَ فِي الْمَدِيْنَةِ

موسیٰ نے کہا، اے میرے رب! بسبب اسکے کہ انعام کیا تو نے مجھ پر پس ہرگز نہیں ہونگا میں مددگار مجرموں کا ○ پس صبح کی موسیٰ نے شہر میں

خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِي اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ يَسْتَصْرِخُهٗ ؕ قَالَ لَهٗ مُوْسٰٓى

ڈرتے ڈرتے، انتظار کرتے ہوئے تو ناگہاں وہ شخص کہ جس نے مدد مانگی تھی اس سے کل، وہی (مدد کیلئے) پکار رہا تھا اسے (آج بھی) کہا اس سے موسیٰ نے،

اِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُّبِيْنٌ ⑱ فَلَمَّآ اَنْ اَرَادَ اَنْ يَّبْطِشَ بِالَّذِيْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ قَالَ

بلاشبہ تو البتہ گمراہ ہے ظاہر ○ پس جب ارادہ کیا موسیٰ نے یہ کہ پکڑے اس شخص کو کہ جو دشمن تھا ان دونوں کا تو اس (اسرائیلی) نے کہا

يٰمُوْسٰٓى اَتُرِيْدُ اَنْ تَقْتُلَنِيْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًۢا بِالْاَمْسِ ۖ اِنْ تُرِيْدُ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ

اے موسیٰ! کیا چاہتا ہے تو یہ کہ قتل کرے تو مجھے جس طرح قتل کیا تھا تو نے ایک شخص کو کل؟ نہیں چاہتا تو مگر یہ کہ ہو تو

ع ۱۳

جَبَّارًا فِي الْاَرْضِ وَمَا تُرِيْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِيْنَ (١٩) وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا

ظالم زمین میں، اور نہیں چاہتا تو یہ کہ ہو تو اصلاح کرنے والوں میں سے ○ اور آیا ایک آدمی آخری کنارے سے

الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى ز قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّيْ لَكَ

شہر کے دوڑتا ہوا اس نے کہا، اے موسیٰ! بلاشبہ (فرعونی) سردار مشورہ کر رہے ہیں تیرے متعلق تاکہ وہ قتل کر دیں تجھے، پس نکل جا تو، بیشک میں تیرے

مِنَ النّٰصِحِيْنَ (٢٠) فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ ز قَالَ رَبِّ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (٢١) ع ٢ ٨ ٥

خیر خواہوں میں سے ہوں ○ پس نکلا موسیٰ اس شہر سے ڈرتا سہمتا انتظار کرتا ہوا (اور) کہا، اے میرے رب! تو نجات دے مجھے ظالم قوم سے ○

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ (٢٢) وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ

اور جب متوجہ ہوا وہ طرف مدین کی تو کہا، امید ہے میرا رب یہ کہ ہدایت دیگا وہ مجھے سیدھے راستے کی ○ اور جب وہ پہنچا پانی (کنویں) پر

مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ۟ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ج

مدین کے تو پایا اس نے اس پر ایک گروہ لوگوں کا وہ پانی پلا رہے تھے (مویشیوں کو) اور پایا اس نے انکے ورے دو عورتوں کو کہ وہ روکتی تھیں (اپنے جانور)،

قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ط قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ وقفة وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ (٢٣)

موسیٰ نے کہا، کیا حال ہے تمہارا؟ انہوں نے کہا نہیں پانی پلاتیں ہم حتی کہ واپس لیجائیں چرواہے (اپنے مویشی) اور ہمارا باپ بوڑھا ہے بڑی عمر کا ○

فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ (٢٤)

پس موسیٰ نے پانی پلایا ان کیلئے پھر پلٹا وہ طرف سائے کی اور کہا اے میرے رب! بیشک میں اس چیز کا جو نازل کرے تو میری طرف بھلائی سے محتاج ہوں ○

فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ ز قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا

پس آئی اسکے پاس ایک (لڑکی) ان دونوں میں سے چلتی تھی وہ حیاء سے اس نے کہا، بیشک میرے والد بلاتے ہیں تجھے تاکہ وہ دیں تجھے مزدوری اسکی کہ

سَقَيْتَ لَنَا ط فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ لا قَالَ لَا تَخَفْ وقفة نَجَوْتَ

پانی پلایا ہے تو نے ہماری خاطر پس جب آیا وہ (موسیٰ) اسکے پاس، اور بیان کیا اس نے اس پر (سارا) قصہ تو اس نے کہا، مت ڈر تو نجات پالی ہے تو نے

مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (٢٥) قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ز اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ

(اس) ظالم قوم سے ○ کہا ایک (لڑکی) نے ان دونوں میں سے، ابا جان! اجرت پر رکھ لیجئے اسے، بلاشبہ بہترین وہ شخص جسے آپ اجرت پر رکھیں

الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ (٢٦) قَالَ اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰٓى اَنْ

طاقتور اور امانتدار آدمی ہی ہے ○ اس نے کہا، بلاشبہ میں چاہتا ہوں یہ کہ نکاح کر دوں میں تجھ سے ایک کا اپنی ان دو بیٹیوں میں سے اوپر اس (شرط) کے کہ

تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ ج فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ج وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ ط

نوکری کرے تو میری آٹھ سال پس اگر پورے کرے تو دس سال تو (وہ) تیری طرف سے ہے، اور نہیں چاہتا میں یہ کہ سختی کروں تجھ پر

سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ (٢٧) قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ ط اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ

یقیناً تو پائیگا مجھے اگر اللہ نے چاہا نیک لوگوں میں سے ○ موسیٰ نے کہا، یہ (معاہدہ) ہے میرے درمیان اور آپکے درمیان، جونسی دو مدتوں میں سے

قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿۲۸﴾ فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ

پوری کرلوں میں تو نہیں ہوگی زیادتی مجھ پر اور (اللہ)، اوپر اس (بات) کے جو ہم کہہ رہے ہیں، نگران ہے○ پس جب پوری کرلی موسیٰ نے (وہ) مدت

وَسَارَ بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّيْۤ اٰنَسْتُ نَارًا

اور چلا گیا لے کر اپنی بیوی کو تو دیکھی اس نے طور کی ایک جانب سے آگ، اس نے کہا اپنی بیوی سے، ٹھہرو تم، بیشک میں نے دیکھی ہے آگ سی،

لَّعَلِّيْۤ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِيَ

شاید کہ میں لے آؤں تمہارے پاس اس جگہ سے کوئی خبر یا کوئی انگارا آگ کا تاکہ تم تاپو○ پس جب وہ آیا اسکے پاس تو نداء دیا گیا وہ

مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰۤى اِنِّيْۤ

وادی کے دائیں کنارے سے، بابرکت جگہ میں، درخت (کی طرف) سے کہ اے موسیٰ! بلاشبہ

اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۰﴾ وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ

میں اللہ ہوں، رب سب جہانوں کا○ اور یہ کہ ڈال دے تو لاٹھی اپنی، پس جب دیکھا موسیٰ نے لاٹھی کو کہ وہ حرکت کر رہی ہے گویا کہ وہ سانپ ہے

وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ؕ يٰمُوْسٰۤى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۫ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾ اُسْلُكْ

تو پیچھے ہٹا وہ پیٹھ پھیر کر اور نہ پیچھے مڑ کر دیکھا اس نے (کہا گیا) اے موسیٰ آگے آ، اور نہ ڈر، بلاشبہ تو امن والوں میں سے ہے○ داخل کر تو

يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ۫ وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ

اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں (پھر نکال اسے تو) نکلے گا وہ (سفید) چمکتا ہوا بغیر کسی عیب کے اور ملا لے اپنی طرف اپنا بازو خوف سے (بچنے کیلئے)

فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۳۲﴾

پس یہ دونوں دلیلیں ہیں تیرے رب کی طرف سے فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف، بے شک وہ ہیں لوگ نافرمان○

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿۳۳﴾ وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ

موسیٰ نے کہا، اے میرے رب! بیشک میں نے قتل کیا تھا ان میں سے ایک شخص کو سو ڈرتا ہوں میں کہ وہ قتل کر دینگے مجھے○ اور میرا بھائی ہارون، وہ

اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْۤ ۫ اِنِّيْۤ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿۳۴﴾

زیادہ فصیح ہے مجھ سے باعتبار زبان کے، پس بھیج اسے میرے ساتھ مددگار بنا کر کہ وہ تصدیق کرے میری، بیشک میں ڈرتا ہوں کہ وہ جھٹلائیں گے مجھے○

قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚۛ

اللہ نے کہا، عنقریب ہم مضبوط کر دینگے تیرا بازو ساتھ تیرے بھائی کے اور کر دینگے ہم تم دونوں کیلئے غلبہ، سو نہیں پہنچ سکیں گے وہ تمہاری طرف

بِاٰيٰتِنَآ ۚۛ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ

(جاؤ تم) ہماری نشانیوں کیساتھ، تم دونوں اور جس نے تمہاری پیروی کی غالب ہونگے○ پس جب آیا انکے پاس موسیٰ ہماری واضح نشانیوں کیساتھ

قَالُوْا مَا هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْۤ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۶﴾

تو انہوں نے کہا، نہیں ہے یہ مگر جادو ہی گھڑا ہوا، اور نہیں سنیں ہم نے یہ (باتیں) اپنے پہلے باپ دادا میں○

وَقَالَ مُوْسٰى رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ وَمَنْ تَكُوْنُ لَهٗ

اور کہا موسیٰ نے، میرا رب خوب جانتا ہے اس شخص کو جو آیا ساتھ ہدایت کے اسکی طرف سے، اور اس شخص کو کہ ہوگا اسکے لیے (بہتر)

عَاقِبَةُ الدَّارِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ (٣٧) وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ

انجام آخرت کا بلاشبہ نہیں فلاح پاتے ظالم ○ اور کہا فرعون نے، اے سردارو! نہیں جانتا میں

لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ

تمہارے لئے کوئی (اور) معبود سوائے اپنے، پس آگ جلا میرے لئے اے ہامان اوپر مٹی کے (یعنی اینٹیں بنا) پھر بنا تو میرے لئے ایک محل تاکہ

اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى ۙ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ (٣٨) وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ

(اس پہ چڑھ کر) جھانکوں میں موسیٰ کے معبود کی طرف اور بلاشبہ میں البتہ گمان کرتا ہوں موسیٰ کو جھوٹوں میں سے ○ اور تکبر کیا اس نے اور اسکے لشکروں نے

فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ (٣٩) فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ

زمین (مصر) میں ناحق اور گمان کیا انہوں نے کہ بیشک وہ ہماری طرف نہیں لوٹائے جائینگے ○ پس پکڑ لیا ہم نے اسے اور اسکے لشکروں کو،

فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ (٤٠) وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّدْعُوْنَ

پھر پھینک دیا ہم نے انکو دریا میں، پس آپ دیکھیں کیسا ہوا انجام ظالموں کا؟ ○ اور بنایا تھا ہم نے انکو پیشوایانِ (کفر)، وہ بلاتے تھے

اِلَى النَّارِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ (٤١) وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ

آگ کی طرف اور دن قیامت کے نہیں مدد کئے جائیں گے وہ ○ اور پیچھے لگا دی ہم نے ان کے اس دنیا میں لعنت

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ (٤٢) ع وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَآ

اور دن قیامت کے وہ بدحالوں میں سے ہوں گے ○ اور البتہ تحقیق دی ہم نے موسیٰ کو کتاب، بعد اس کے کہ

اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَاۗىِٕرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ (٤٣)

ہلاک کیا ہم نے پہلی امتوں کو بصیرتیں (عطا کرنیوالی) لوگوں کو اور ہدایت اور رحمت (کا ذریعہ) تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں ○

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ

اور نہیں تھے آپ مغربی جانب (طور کی) جب وحی کی ہم نے موسیٰ کی طرف (خاص) معاملے کی، اور نہیں تھے آپ (اس واقعے کے)

مِنَ الشّٰهِدِيْنَ (٤٤) ۙ وَلٰكِنَّآ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا

دیکھنے والوں میں سے ○ لیکن ہم نے پیدا کیں کئی امتیں پس لمبی ہو گئیں ان پر عمریں اور نہیں تھے آپ مقیم

فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۙ وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ (٤٥) وَمَا كُنْتَ

اہلِ مدین میں کہ تلاوت کرتے آپ ان پر ہماری آیتیں، لیکن ہم ہی تھے (آپکو رسول بنا کر) بھیجنے والے ○ اور نہیں تھے آپ

بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ

جانب طور کی جب آواز دی تھی ہم نے (موسیٰ کو) لیکن (یہ تو) رحمت ہے آپکے رب کی طرف سے، تاکہ آپ ڈرائیں اس قوم کو کہ نہیں آیا انکے پاس کوئی

نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ (۴۶) وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا

ڈرانے والا آپ سے پہلے شاید کہ وہ نصیحت حاصل کریں ○ اور اگر نہ ہوتی یہ بات کہ پہنچتی انکو کوئی مصیبت بوجہ اسکے جو

قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ

آگے بھیجا انکے ہاتھوں نے تو وہ کہتے اے ہمارے رب! کیوں نہیں بھیجا تو نے ہماری طرف کوئی رسول کہ پیروی کرتے ہم تیری آیتوں کی اور ہوتے ہم

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (۴۷) فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَآ اُوْتِيَ مِثْلَ مَآ

مومنوں میں سے، (تو آپکو نہ بھیجتے) ○ پس جب آیا انکے پاس حق ہمارے پاس سے تو انہوں نے کہا، کیوں نہیں دیا گیا یہ پیغمبر مثل ان (معجزوں) کے جو

اُوْتِيَ مُوْسٰى ؕ اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۚ وقفة

دیئے گئے تھے موسیٰ؟ کیا نہیں انکار کیا انہوں نے انکا جو دیئے گئے تھے موسیٰ پہلے اس سے؟ انہوں نے کہا تھا، (یہ) دو جادوگر ہیں ایک دوسرے کے مددگار،

وَقَالُوْٓا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ (۴۸) قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ

اور کہا انہوں نے، بلاشبہ ہم ہر ایک کے منکر ہیں ○ کہہ دیجیے! پس لے آؤ تم کوئی ایسی کتاب اللہ کے پاس سے کہ وہ زیادہ ہدایت والی ہو ان دونوں سے،

اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۴۹) فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ؕ

میں پیروی کروں گا اسکی، اگر ہو تم سچے ○ پس اگر نہ قبول کی انہوں نے آپکی بات تو جان لیجیے یقیناً وہ پیروی کر رہے ہیں اپنی خواہشوں کی،

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي

اور کون زیادہ گمراہ ہے اس سے جو پیروی کرے اپنی خواہش کی بغیر ہدایت کے اللہ کی طرف سے؟ بے شک اللہ نہیں ہدایت دیتا

الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۧ (۵۰) وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ؕ (۵۱) ع ۵

ظالم لوگوں کو ○ اور البتہ تحقیق لگاتار بھیجا ہم نے ان کے لئے اپنا کلام تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں ○

﴿ تِلْكَ ﴾ یہ آیات جو تعظیم و توقیر کی مستحق ہیں۔ ﴿ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴾ کتاب مبین کی آیات ہیں ہر اس معاملے کو کھول کھول کر بیان کرتی ہیں جن کے بندے حاجت مند ہیں، مثلاً رب تعالیٰ کی معرفت، اس کے حقوق کی معرفت، اس کے اولیاء و اعداء کی معرفت، اس کے ایام و وقائع کی معرفت اعمال کے ثواب اور عمل کرنے والوں کی جزا کی معرفت۔ قرآن مجید نے ان تمام امور کو کھول کھول کر بیان کر کے بندوں کے سامنے پوری طرح واضح کر دیا۔

اس کے جملہ مضامین میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے کھول کر بیان کیا ہے اور متعدد مقامات پر اس کا اعادہ کیا ہے اور اس مقام پر بھی اس قصے کو تفصیل سے بیان کیا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿ نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ ﴾ ''ہم تمہیں موسیٰ (علیہ السلام) اور فرعون کے کچھ حالات صحیح صحیح سناتے ہیں۔'' کیونکہ ان کے واقعات بہت ہی انوکھے اور ان کا قصہ نہایت تعجب انگیز ہے۔ ﴿ لِقَوْمٍ

﴿يُؤْمِنُوْنَ﴾ ”مومن لوگوں کے لیے“ پس انہی کو خطاب کیا گیا ہے اور کلام کا رخ بھی انہی کی طرف ہے۔ کیونکہ انہی کے پاس ایمان ہے، جس کی بنا پر وہ اس میں تدبر کرتے ہیں، اسے قبول کرتے ہیں اور عبرت کے مواقع پر اس سے راہنمائی حاصل کرتے ہیں اور ان کے ذریعے سے ایمان و یقین میں اضافہ ہوتا ہے اور ان کی نیکیاں نشوونما پاتی ہیں۔ رہے ان کے علاوہ دیگر لوگ تو وہ ان سے استفادہ نہیں کر سکتے۔ سوائے اس کے کہ ان پر حجت قائم ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو دور رکھا ہے، اپنے اور ان کے درمیان پردہ حائل کر دیا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ اس کو سمجھنے سے عاری ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے قصہ کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے ﴿اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِی الْاَرْضِ﴾ ”کہ بلاشبہ فرعون نے ملک میں سر اٹھا رکھا تھا۔“ یعنی اس نے اپنے اقتدار، سلطنت، لشکروں اور اپنے جبروت کی بنا پر تکبر اور سرکش لوگوں کا وتیرہ اختیار کیا۔ مگر وہ کامیاب لوگوں میں سے نہ تھا۔ ﴿وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا﴾ ”اور اس نے وہاں کے لوگوں کو گروہ گروہ بنا رکھا تھا۔“ یعنی ان کو متفرق گروہوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ وہ اپنی خواہش کے مطابق ان میں تصرف کرتا تھا اور اپنے قہر اور تسلط کے بل بوتے پر جو حکم چاہتا نافذ کرتا تھا۔

﴿يَّسْتَضْعِفُ طَآىِٕفَةً مِّنْهُمْ﴾ ”ان میں سے ایک گروہ کو کمزور کر دیا تھا۔“ اس گروہ سے مراد بنی اسرائیل ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں پر فضیلت دی۔ اس کے لئے مناسب یہی تھا کہ وہ ان کی عزت و تکریم کرتا مگر اس نے ان کو زیردست بنا کر ذلیل کیا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اس کو روکنے والا اور اس کے ارادوں میں حائل ہونے والا کوئی نہیں ہے۔ اس لئے وہ ان کی کوئی پروا نہیں کرتا تھا اور نہ وہ ان کے معاملے کو کوئی اہمیت ہی دیتا تھا اور حالت یہاں تک پہنچ گئی کہ ﴿يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ﴾ ”وہ ان کے بیٹوں کو ذبح کر ڈالتا تھا اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتا۔“ اس خوف سے کہ کہیں ان کی تعداد زیادہ نہ ہو جائے اور اس کے ملک میں وہ غالب آ کر کہیں اقتدار کے مالک نہ بن جائیں۔ ﴿اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ﴾ یعنی وہ ان لوگوں میں سے تھا جن کا مقصد اصلاح دین ہوتا ہے نہ اصلاح دنیا اور اس کا مقصد زمین میں اس کی طرف سے بگاڑ پیدا کرنا تھا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِی الْاَرْضِ﴾ ”اور ہم چاہتے تھے کہ جو لوگ ملک میں کمزور کر دیے گئے ہیں ان پر احسان کریں۔“ کہ ان پر سے ذلت کے تمام نشانات مٹا دیں اور ان لوگوں کو ہلاک کر دیں جو ان کے ساتھ دشمنی کرتے تھے اور انہیں تنہا چھوڑ دیں جو ان کی مخالفت کرتے تھے۔ ﴿وَنَجْعَلَهُمْ اَىِٕمَّةً﴾ ”اور (دین میں) ہم ان کو امام بنا دیں“ اور یہ چیز زیردست رہتے ہوئے حاصل نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ ان کو زمین میں اقتدار اور پورا اختیار عطا کیا جائے۔ ﴿وَنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ﴾ ”اور ہم ان کو زمین کا وارث بنا دیں“ جن کا آخرت سے پہلے ہی دنیا میں اچھا انجام ہو۔ ﴿وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ﴾ ”اور ملک میں ان کو قدرت دیں۔“ ان تمام امور کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرما لیا ان پر اس کی مشیت جاری

ہوگئی۔ ﴿ وَ ﴾ ''اور'' ہم اسی طرح چاہتے تھے کہ ﴿ نُرِیَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا ﴾ ''فرعون' (اس کے وزیر) ہامان اور ان کے لشکروں کو (جن کی مدد سے وہ ظلم اور بغاوت اور سرکشی کرتے تھے) ﴿ مِنْهُمْ ﴾ یعنی اس کمزور گروہ کی طرف سے۔ ﴿ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ﴾ ''وہ چیز جس سے وہ ڈرتے تھے۔'' یعنی ان کو ان کے گھروں سے نکال دینا۔ اس لئے وہ ان کا قلع قمع کرنے' ان کی شوکت کو توڑنے اور ان کے بیٹوں کو قتل کرنے میں کوشاں تھے کیونکہ ان کے بیٹے ان کی طاقت اور شوکت کا سبب تھے۔

ان تمام امور کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا اور جب اللہ تعالیٰ کسی امر کا ارادہ کر لیتا ہے تو اس کے اسباب کو آسان اور اس کی راہ کو ہموار کر دیتا ہے۔ یہ معاملہ بھی کچھ ایسا ہی تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایسے اسباب جاری فرمائے جس کو اس کے اولیاء جانتے تھے نہ اعداء...... جو اس مطلوب و مقصود تک رسائی کا ذریعہ بن گئے۔ اس کی ابتدا یوں ہوئی کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول موسیٰ علیہ السلام کو پیدا فرمایا جن کے ذریعے سے بنی اسرائیل کے گروہ کو نجات دلانا تھی' ان کی پیدائش انتہائی خوف کے حالات میں ہوئی کہ جب وہ اسرائیلی بیٹوں کو ذبح کر دیا کرتے تھے...... تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرف وحی کی کہ وہ اپنے بیٹے (موسیٰ علیہ السلام) کو دودھ پلاتی رہیں اور انہیں اپنے پاس رکھیں ﴿ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ ﴾ ''اور جب تجھے اس کی نسبت کوئی خوف معلوم ہو'' یعنی جب کسی ایسے شخص کی آمد کا خطرہ محسوس کریں جو اسے فرعون کے پاس لے جائے۔ ﴿ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ ﴾ ''تو اسے دریا میں بہا دینا'' یعنی ایک صندوق میں بند کر کے دریائے نیل میں ڈال دینا۔

﴿ وَلَا تَخَافِىْ وَلَا تَحْزَنِىْ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴾ ''اور نہ خوف اور غم کھانا بے شک ہم اس بچے کو تیری ہی طرف لوٹا دیں گے اور اسے اپنا رسول بنائیں گے۔'' پس اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو خوشخبری سنا دی کہ وہ اس بچے کو ان کے پاس واپس لوٹا دے گا' یہ بچہ بڑا ہو گا اور ان کی سازشوں سے محفوظ رہے گا اور اللہ تعالیٰ اس کو رسول بنائے گا۔ یہ بہت بڑی اور جلیل القدر بشارت ہے جو موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو دی گئی تاکہ ان کا دل مطمئن اور ان کا خوف زائل ہو جائے۔ چنانچہ انہوں نے وہی کچھ کیا جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا اور موسیٰ علیہ السلام کو صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈال دیا۔ اللہ تعالیٰ اس صندوق کو حفاظت کے ساتھ چلاتا رہا۔ حتیٰ کہ فرعون کے گھر والوں نے اسے نکال لیا گویا وہ ان کے لئے راستے میں پڑا ہوا بچہ بن گیا جنہوں نے اسے نکالا تھا اور وہ اسے پاکر بہت خوش ہوئے ﴿ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ﴾ تاکہ ان کی عاقبت اور انجام یہ ہو کہ اٹھایا ہوا بچہ ان کا دشمن اور ان کے لئے حزن و غم اور صدمے کا باعث بنے' اس کا سبب یہ ہے کہ تقدیر الٰہی کے مقابلے میں احتیاط کام نہیں آتی۔ وہ چیز جس کے بارے میں وہ بنی اسرائیل سے خائف تھے اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا کہ ان کا قائد ان کے ہاتھوں میں' ان کی نظروں کے سامنے اور ان کی کفالت میں تربیت پائے۔

جب آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعے میں غور وفکر کریں گے تو اس ضمن میں آپ پائیں گے کہ بنی اسرائیل کے لیے بہت سے مصالح حاصل ہوئے اور بہت سے پریشان کن امور سے انہیں چھٹکارا حاصل ہوا، اسی طرح آپ کو رسالت ملنے سے پہلے بنی اسرائیل پر سے بہت سے مظالم ختم ہو گئے، کیونکہ آپ مملکت فرعون کے ایک بڑے عہدے دار کی حیثیت سے رہتے تھے...... چونکہ آپ ایک بلند ہمت اور انتہائی غیرت مند انسان تھے اسی لیے طبعی طور پر آپ کی قوم کے بہت سے حقوق کا دفاع ہونا ضروری تھا۔ آپ کی ضعیف اور کمزور قوم...... جن کی کمزوری و ناتوانی کا ذکر اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے...... کے بعض افراد اس ظالم و غاصب قوم کے خلاف جھگڑنے لگے تھے جیسا کہ اس کا بیان آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ظہور کے مقدمات تھے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ ہے کہ تمام امور آہستہ آہستہ اور بتدریج وقوع پذیر ہوتے ہیں، کوئی واقعہ اچانک رونما نہیں ہوتا۔ فرمایا: ﴿اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِـِٕيْنَ﴾ یعنی یہ سب مجرم تھے اس لئے ہم نے ان کو ان کے جرم کی سزا دینے کا ارادہ کیا اور ہم نے ان کے مکر اور سازش کرنے کی پاداش میں ان کے خلاف چال چلی۔ پس جب فرعون کے گھر والوں نے موسیٰ علیہ السلام کو دریا سے نکال لیا تو اللہ تعالیٰ نے فرعون کی جلیل القدر اور مومنہ بیوی آسیہ بنت مزاحم کے دل میں رحم ڈال دیا۔ ﴿وَقَالَتِ﴾ ''وہ بولی'' یہ لڑکا ﴿قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ لَا تَقْتُلُوْهُ﴾ ''میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے'' یعنی اسے زندہ رکھو تاکہ اس کے ذریعے سے ہم اپنی آنکھیں ٹھنڈی کریں اور اپنی زندگی میں اس کے ذریعے سے مسرت حاصل کریں۔ ﴿عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا﴾ ''شاید یہ ہمیں فائدہ پہنچائے یا ہم اسے بیٹا بنا لیں۔'' یعنی یہ بچہ ان خدام میں شامل ہو گا جو ہمارے مختلف کام کرنے اور خدمات سرانجام دینے میں کوشاں رہتے ہیں یا اس سے بلند تر مرتبہ عطا کر کے اسے اپنا بیٹا بنا لیں گے اور اس کی عزت و تکریم کریں گے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے مقدر فرما دیا کہ وہ بچہ فرعون کی بیوی کو فائدہ دے جس نے یہ بات کہی تھی۔ جب وہ بچہ فرعون کی بیوی کی آنکھوں کی ٹھنڈک بن گیا اور اسے اس بچے سے شدید محبت ہو گئی اور وہ بچہ اس کے لئے حقیقی بیٹے کی حیثیت اختیار کر گیا یہاں تک کہ وہ بڑا ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو نبوت اور رسالت سے سرفراز فرمایا...... تو اس نے جلدی سے ایمان لا کر اسلام قبول کر لیا۔ رضی اللہ عنہا

موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ان کے مابین ہونے والی مذکورہ گفتگو کی بابت اللہ نے فرمایا: ﴿وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ یعنی انہیں معلوم ہی نہیں تھا کہ لوح محفوظ میں کیا درج ہے تقدیر نے انہیں کس عظیم الشان مقام پر فائز کر دیا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم ہے۔ اگر انہیں اس حقیقت کا علم ہوتا تو ان کا اور موسیٰ علیہ السلام کا معاملہ کچھ اور ہی ہوتا۔

جب موسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ سے جدا ہو گئے تو وہ بہت زیادہ غمگین ہوئیں۔ بشری تقاضے کے مطابق صدمے

اور قلق سے ان کا دل سخت بے قرار اور غم سے اڑا جا رہا تھا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو غم کرنے اور خوف زدہ ہونے سے روک دیا تھا اور ان سے وعدہ کیا تھا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کو واپس ان کے پاس لوٹا دے گا۔ ﴿اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ﴾ ”تو قریب تھا کہ وہ اس (قصے) کو ظاہر کر دیتی۔“ یعنی دلی صدمے کی وجہ سے ﴿لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا﴾ پس ہم نے ان کو ثابت قدمی عطا کی اور انہوں نے صبر کیا اور اس راز کو ظاہر نہ کیا۔ ﴿لِتَكُوْنَ﴾ ”تاکہ ہو جائے وہ“ صبر و ثبات کو یاد رکھتے ہوئے ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ”مومنوں میں سے“ جب بندۂ مومن پر کوئی مصیبت نازل ہو جائے اور وہ اس پر صبر اور ثابت قدمی سے کام لے تو اس سے اس کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ بندے کا مصیبت کے وقت ہمیشہ بے صبری کا مظاہرہ کرنا ایمان کی کمزوری ہے۔

﴿وَقَالَتْ﴾ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے کہا ﴿لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ﴾ ”آپ کی بہن سے کہ اس بچے کے پیچھے پیچھے چلتی جاؤ۔“ یعنی اپنے بھائی کے پیچھے پیچھے جا اور اس پر اس طرح نظر رکھ کہ کسی کو تمہارے بارے میں پتہ نہ چلے اور نہ تمہارے مقصد کا ان کو علم ہو۔ پس وہ ان کے پیچھے پیچھے چلتی رہی ﴿فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ یعنی وہ ایک طرف ہو کر اس طرح موسیٰ علیہ السلام کو دیکھتی رہی گویا کہ وہ کوئی راہ گیر عورت ہے اور اس کا کوئی قصد و ارادہ نہیں ہے۔ یہ انتہا درجے کی حزم و احتیاط تھی اگر وہ بچے کو دیکھتی رہتی اور ایک قصد و ارادہ کے ساتھ آتی تو لوگ سمجھ جاتے کہ اسی عورت نے صندوق کو دریا میں ڈالا ہے اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کے گھر والوں کو سزا دینے کی خاطر، ذبح کر دیتے۔ یہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ پر اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم تھا کہ اس نے موسیٰ علیہ السلام کو کسی عورت کا دودھ پینے سے روک دیا' چنانچہ وہ موسیٰ علیہ السلام پر ترس کھاتے ہوئے ان کو بازار میں لے آئے تاکہ شاید کوئی اسے تلاش کرتا ہوا آ جائے۔

موسیٰ علیہ السلام اسی حال میں تھے کہ ان کی بہن آئی اور کہنے لگی: ﴿هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰۤى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ﴾ ”کیا میں تمہیں ایسے گھر والے بتاؤں کہ تمہارے لیے اس (بچے) کی کفالت کریں اور اس کے خیر خواہ بھی ہوں۔“ یہ ان کی سب سے بڑی غرض و غایت تھی کیونکہ وہ اس سے بہت شدید محبت کرتے تھے اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام دودھ پلانے والیوں کو موسیٰ علیہ السلام کے لئے ممنوع کر دیا تھا اس لئے انہیں ڈر تھا کہ کہیں بچہ مر نہ جائے۔ جب موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے وہ بات کہی اور ترغیب دی کہ وہ اس گھرانے کو دودھ پلانے کے لئے منتخب کریں جو بچے کی پوری حفاظت اور مکمل کفالت کے ذمہ دار اور اس کے خیر خواہ ہیں تو انہوں نے فوراً موسیٰ علیہ السلام کی بہن کی بات مان لی اور اس نے اس گھر کا پتہ بتا دیا جو بچے کو دودھ پلا سکتے تھے۔

﴿فَرَدَدْنٰهُ اِلٰۤى اُمِّهٖ﴾ ”پس ہم نے ان (موسیٰ علیہ السلام) کو ان کی ماں کے پاس واپس پہنچا دیا۔“ جیسا کہ ہم نے اس کے ساتھ وعدہ کیا تھا۔ ﴿كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ﴾ ”تاکہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غم نہ

کھائیں۔‘‘ کیونکہ اس کے پاس اس طرح پرورش پائے گا کہ وہ اس سے مطمئن اور خوش ہوگی اور اس کے ساتھ دودھ پلانے کی بہت بڑی اجرت بھی حاصل کرے گی۔ ﴿ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ﴾ ’’اور یہ جان لے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔‘‘ ہم نے اس کے ساتھ جو وعدہ کیا تھا اس میں سے کچھ وعدہ پورا ہوتے اسے عیاں طور پر دکھا دیا تاکہ اس سے اس کا دل مطمئن اور اس کے ایمان میں اضافہ ہو اور تاکہ وہ یہ بھی جان لے کہ ہم نے اس کی حفاظت کرنے اور اس کو رسول بنانے کا جو وعدہ کیا ہے وہ بھی ضرور پورا ہوگا۔ ﴿ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ ’’لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔‘‘ پس جب وہ کسی سبب کو بے ترتیب دیکھتے ہیں تو اس حقیقت سے کم علمی کی وجہ سے‘ کہ جلیل القدر معاملات اور بلند مقاصد و مطالب کے حصول سے پہلے انسان کو آزمائشوں اور مشقتوں سے گزرنا پڑتا ہے‘ ان کا ایمان ڈول جاتا ہے۔

پس موسیٰ علیہ السلام آل فرعون کے پاس شاہی ماحول میں تربیت پاتے رہے وہ شاہی سواریاں استعمال کرتے اور شاہی لباس پہنتے تھے۔ ان کی والدہ اس پر مطمئن تھیں یہ بات تسلیم کر لی گئی تھی کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کی رضاعی ماں ہیں۔ لہٰذا موسیٰ علیہ السلام کا (والدہ) کے ساتھ رہنے اور ان کے ساتھ مہربانی کرنے کا کسی نے انکار نہیں کیا۔ ذرا اللہ تبارک و تعالیٰ کے لطف و کرم پر غور کیجئے کہ اس نے کیسے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام کو ان کی بات چیت میں جھوٹ سے محفوظ رکھا اور معاملے کو ان کے لئے کتنا آسان کر دیا جس کی بنا پر ماں بیٹے کے درمیان ایک تعلق قائم ہو گیا جو لوگوں کی نظر میں رضاعت کا تعلق تھا جس کی بنا پر موسیٰ علیہ السلام ان کو ماں کہتے تھے۔ اس لئے اس تعلق کے حوالے سے موسیٰ علیہ السلام اور دیگر لوگوں کا اکثر کلام صداقت اور حق پر مبنی تھا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ ﴾ جب موسیٰ علیہ السلام اپنی پوری قوت اور عقل و فہم کو پہنچ گئے اور یہ صفت انسان کو غالب طور پر چالیس سال کی عمر میں حاصل ہوتی ہے ﴿ وَاسْتَوٰۤى ﴾ اور ان مذکورہ صفات میں درجۂ کمال کو پہنچ گئے ﴿ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ﴾ ’’تو ہم نے ان کو حکمت اور علم عطا کیا۔‘‘ یعنی ان کو ایسی دانائی عطا کی جس کی بنا پر انہیں احکام شرعیہ کی معرفت حاصل ہوگئی اور وہ نہایت دانائی کے ساتھ لوگوں میں فیصلہ کرتے تھے اور ان کو بہت سے علم سے نوازا ﴿ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ ’’اور اسی طرح ہم جزاء دیتے ہیں احسان کرنے والوں کو۔‘‘ یعنی اچھے طریقے سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والوں اور اللہ کی مخلوق کے ساتھ احسان سے پیش آنے والوں کو، اللہ تعالیٰ ان کے احسان کے مطابق علم اور حکمت سے سرفراز فرماتے ہیں۔ یہ آیت کریمہ موسیٰ علیہ السلام کے کمال احسان پر دلالت کرتی ہے۔

﴿ وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا ﴾ ’’اور وہ ایسے وقت شہر میں داخل ہوئے کہ وہاں کے باشندے سو رہے تھے۔‘‘ یہ وقت یا تو قیلولے کا وقت تھا یا کوئی ایسا وقت تھا کہ جب لوگ آرام کرتے ہیں۔ ﴿ فَوَجَدَ

﴿ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ﴾ پس انہوں نے دو آدمیوں کو ایک دوسرے کے ساتھ جھگڑتے ہوئے پایا'' وہ دونوں ایک دوسرے کو مار رہے تھے۔ ﴿ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ ﴾ ''ایک تو ان کی قوم سے تھا'' یعنی بنی اسرائیل میں سے ﴿ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ﴾ ''دوسرا ان کے دشمنوں میں سے تھا'' مثلاً قبطی وغیرہ۔ ﴿ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ ﴾ ''پس جو شخص ان کی قوم میں سے تھا اس نے دوسرے شخص کے مقابلے میں، جو ان کے دشمنوں میں سے تھا، موسیٰ علیہ السلام سے مدد طلب کی۔'' کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کا نسب اب مشہور ہو چکا تھا اور لوگوں کو علم تھا کہ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل سے تعلق رکھتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام سے اس شخص کا مدد کا خواستگار ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ آپ دارالسلطنت میں ایک نہایت اہم منصب پر فائز تھے جس سے لوگ خوف کھاتے تھے اور اس سے اپنی امیدیں بھی وابستہ رکھتے تھے۔ ﴿ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى ﴾ موسیٰ علیہ السلام نے اسرائیلی کی مدد کرنے کے لئے اس دشمن شخص کو گھونسہ رسید کیا ﴿ فَقَضٰى عَلَيْهِ ﴾ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوت اور گھونسے کی شدت نے اس قبطی کا کام تمام کر دیا۔ اس پر آپ کو سخت ندامت ہوئی۔ آپ نے تاسف سے کہا: ﴿ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ﴾ ''یہ شیطان کا عمل ہے۔'' یعنی شیطان نے وسوسہ ڈالا اور اس برائی کو مزین کر دیا۔ ﴿ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ﴾ ''بے شک وہ دشمن اور صریح بہکانے والا ہے۔'' اسی لئے اس کی کھلی عداوت اور بندوں کو گمراہ کرنے کی حرص کے سبب سے یہ حادثہ پیش آیا۔

پھر موسیٰ علیہ السلام نے رب سے بخشش طلب کرتے ہوئے عرض کیا ﴿ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَغَفَرَ لَهٗ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾ ''اے میرے رب! میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا تو مجھے بخش دے، پس اللہ نے اسے بخش دیا، بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔'' خاص طور پر جو اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی اور فروتنی کرتے ہیں اور توبہ و انابت کے ساتھ فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قتل ہوا اور آپ نے فوراً استغفار کر لیا۔

﴿ قَالَ ﴾ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: ﴿ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ ﴾ ''اے رب! بہ سبب اس کے جو تو نے مجھ پر انعام کیا۔'' تو نے مجھے قبول توبہ، مغفرت اور بے شمار نعمتوں سے سرفراز فرمایا ﴿ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا ﴾ تو میں ہرگز مددگار نہیں ہوں گا ﴿ لِّلْمُجْرِمِيْنَ ﴾ ''گناہ گاروں کا'' یعنی معاصی میں کسی کی مدد نہیں کروں گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عنایت و احسان کے سبب سے موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے وعدہ ہے کہ وہ کسی مجرم کی مدد نہیں کریں گے جیسا کہ وہ قبطی کے قتل کے سلسلے میں کر چکے ہیں۔ اس آیت کریمہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بندے سے نیکی کرنے اور برائی ترک کرنے کا تقاضا کرتی ہیں۔

جب موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے وہ شخص قتل ہو گیا جو آپ کے دشمن گروہ سے تعلق رکھتا تھا ﴿ فَاَصْبَحَ فِي

الْمَدِيْنَةِ خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ﴾ ''تو وہ صبح کے وقت شہر میں ڈرتے ڈرتے داخل ہوئے۔'' کہ آیا آل فرعون کو اس قتل کے بارے میں علم ہوا ہے یا نہیں؟...... اور آپ کو خوف صرف اس لئے تھا کہ وہ جانتے تھے کہ آپ اسرائیلیوں میں سے ہیں اور ان حالات میں' ان کے سوا کوئی اور شخص یہ اقدام کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ ابھی وہ اس حال ہی میں تھے کہ ﴿فَاِذَا الَّذِى اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ يَسْتَصْرِخُهٗ﴾ ''یکایک وہ کیا دیکھتے ہیں کہ وہ شخص جس نے کل آپ کو (اپنے دشمن کے خلاف) مدد کے لئے پکارا آج پھر (ایک اور قبطی کے خلاف) مدد کے لئے پکار رہا ہے۔'' ﴿قَالَ لَهٗ مُوْسٰٓى﴾ تو موسیٰ علیہ السلام نے اس کے حال پر اس کو زجر و توبیخ کرتے ہوئے کہا۔ ﴿اِنَّكَ لَغَوِىٌّ مُّبِيْنٌ﴾ یعنی تم کھلے گمراہ اور واضح طور پر برائی کے ارتکاب کی جرأت کرنے والے ہو۔

﴿فَلَمَّآ اَنْ اَرَادَ اَنْ يَّبْطِشَ﴾ ''پھر جب اس نے پکڑنے کا ارادہ کیا'' یعنی موسیٰ علیہ السلام نے ﴿بِالَّذِىْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا﴾ ''اس آدمی کو جو ان دونوں کا دشمن تھا'' یعنی موسیٰ علیہ السلام اور جھگڑا کرنے والے اس اسرائیلی کے دشمن کو جس نے موسیٰ علیہ السلام کو مدد کے لئے پکارا تھا۔ یعنی قبطی اور اسرائیلی کے درمیان جھگڑا جاری رہا اور اسرائیلی موسیٰ علیہ السلام کو مدد کے لئے پکارتا رہا اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حمیت نے آ لیا حتیٰ کہ انہوں نے اس قبطی کو پکڑنا چاہا ﴿قَالَ﴾ ''کہا'' قبطی نے اپنے قتل پر موسیٰ علیہ السلام کو زجر و توبیخ کرتے ہوئے: ﴿يٰمُوْسٰٓى اَتُرِيْدُ اَنْ تَقْتُلَنِىْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا بِالْاَمْسِ اِنْ تُرِيْدُ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِى الْاَرْضِ﴾ ''اے موسیٰ! کیا تم مجھے بھی قتل کرنا چاہتے ہو جس طرح تم نے کل ایک شخص کو مار ڈالا تھا' تم تو یہی چاہتے ہو کہ ملک میں ظلم و ستم کرتے پھرو۔'' کیونکہ زمین میں جابروں اور متکبروں کی سب سے بڑی علامت' ناحق قتل کرنا ہے۔

﴿وَمَا تُرِيْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِيْنَ﴾ ''اور یہ نہیں چاہتے کہ تم نیکوکاروں میں سے ہو جاؤ۔'' ورنہ اگر تم اصلاح چاہتے تو کسی ایک کو قتل کرنے کا ارادہ کئے بغیر میرے اور اس کے درمیان حائل ہو جاتے۔ اس پر موسیٰ علیہ السلام اس کو قتل کرنے کے ارادے سے باز آ گئے اور اس کے وعظ اور زجر و توبیخ کی بنا پر رک گئے۔ ان دونوں واقعات میں موسیٰ علیہ السلام کی خبر پھیل گئی۔ یہاں تک کہ فرعون اور اس کے سرداروں نے باہم مشورہ کر کے موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس مرد صالح کو مقرر کیا جس نے جلدی سے موسیٰ علیہ السلام کو اطلاع دی کہ اہل دربار نے ان کے بارے میں متفقہ طور پر کیا فیصلہ کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى﴾ ''اور ایک شخص شہر کی پرلی طرف سے دوڑتا ہوا آیا۔'' یعنی موسیٰ علیہ السلام سے خیر خواہی کی بنا پر اور اس خوف سے کہ کہیں موسیٰ علیہ السلام کو خبر ہونے سے پہلے ہی نہ پکڑ لیں ﴿قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ﴾ ''اس نے کہا' اے موسیٰ! بے شک فرعون کے درباری آپ کے بارے میں مشورہ کر رہے ہیں'' ﴿لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ﴾ ''تاکہ آپ کو مار ڈالیں' پس آپ نکل جائیں۔'' یعنی

شہر سے فرار ہو جائیں ﴿ اِنِّیْ لَکَ مِنَ النّٰصِحِیْنَ ﴾ ”میں آپ کا انتہائی خیر خواہ انسان ہوں۔“

موسیٰ علیہ السلام نے اس خیر خواہ انسان کی خیر خواہی پر عمل کیا۔ ﴿ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ ﴾ ”پس اس بات سے ڈرتے ہوئے (کہ کہیں ان کو قتل نہ کر دیا جائے) اس شہر سے نکل پڑے“ اور آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی: ﴿ قَالَ رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴾ ”میرے رب! مجھے ظالم لوگوں سے نجات دے۔“ کیونکہ اب وہ اپنے اس فعل سے توبہ کر چکے ہیں جس کا انہوں نے بغیر کسی قصد و ارادے کے غصے کی حالت میں ارتکاب کیا تھا اب ان کا آپ کو دھمکی دینا ظلم اور زیادتی ہے۔ ﴿ وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْیَنَ ﴾ یعنی جب آپ نے مدین جانے کا ارادہ کیا۔ مدین جنوبی فلسطین میں واقع تھا جہاں فرعون کی عملداری نہ تھی۔ ﴿ قَالَ عَسٰی رَبِّیْۤ اَنْ یَّهْدِیَنِیْ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ﴾ ”کہنے لگے امید ہے کہ میرا رب مجھے سیدھا راستہ بتائے۔“ یعنی معتدل اور مختصر راستہ جو نہایت آسانی اور سہولت سے مدین پہنچاتا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو سیدھا اور مختصر راستہ دکھایا اور وہ مدین پہنچ گئے۔ ﴿ وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْیَنَ وَجَدَ عَلَیْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ یَسْقُوْنَ ﴾ ”جب مدین کے پانی پر پہنچے تو دیکھا کہ وہاں لوگ جمع ہیں اور پانی پلا رہے ہیں۔“ یعنی اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہے تھے۔ اہل مدین بہت زیادہ مویشیوں کے مالک تھے ﴿ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ ﴾ ”اور انہوں نے پائیں ان لوگوں سے ورے۔“ یعنی لوگوں سے الگ تھلگ ﴿ امْرَاَتَیْنِ تَذُوْدٰنِ ﴾ ”دو عورتیں (اپنی بکریوں کو لوگوں کے حوضوں سے) دور ہٹاتے ہوئے“ کیونکہ وہ مردوں کے بخل اور عدم مروت کی بنا پر ان سے مزاحم ہونے سے عاجز تھیں ﴿ قَالَ ﴾ موسیٰ علیہ السلام نے ان سے پوچھا ﴿ مَا خَطْبُكُمَا ﴾ اس صورت حال میں تمہیں کیا پریشانی ہے۔ ﴿ قَالَتَا لَا نَسْقِیْ حَتّٰی یُصْدِرَ الرِّعَآءُ ﴾ ”انہوں نے کہا، ہم اس وقت تک پانی نہیں پلاتیں جب تک چرواہے لوٹ نہ جائیں۔“ یعنی عام طور پر یوں ہوتا ہے کہ بکریوں کو پانی پلانے کے لئے ہماری باری نہیں آتی جب تک کہ تمام چرواہے اپنی بکریوں کو پانی پلا کر وہاں سے ہٹ نہ جائیں۔ جب جگہ خالی ہوتی ہے تو ہم اپنے مویشوں کو پانی پلاتی ہیں۔ ﴿ وَاَبُوْنَا شَیْخٌ كَبِیْرٌ ﴾ ”اور ہمارا والد ایک بوڑھا آدمی ہے۔“ جس میں مویشیوں کو پانی پلانے کی طاقت ہے نہ ہم میں اتنی قوت ہے کہ ہم اپنے مویشیوں کو پانی پلا سکیں اور نہ ہمارے گھرانے میں مرد ہی ہیں جو ان چرواہوں سے مزاحم ہو سکیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان دونوں عورتوں پر بہت رحم آیا ﴿ فَسَقٰى لَهُمَا ﴾ پس موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کوئی اجرت لئے بغیر محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے مقصد سے ان کے مویشیوں کو پانی پلا دیا۔ جب آپ نے ان کے مویشیوں کو پانی پلایا تو دوپہر اور سخت دھوپ کا وقت تھا اور اس کی دلیل یہ ہے ﴿ ثُمَّ تَوَلّٰۤى اِلَى الظِّلِّ ﴾ ”پھر ایک سایہ دار جگہ کی طرف ہٹ آئے۔“ یعنی تھکاوٹ کے بعد آرام لینے کے لئے سائے میں آئے۔ ﴿ فَقَالَ ﴾ اس حالت میں اللہ تعالیٰ سے رزق کی درخواست کرتے ہوئے عرض کیا: ﴿ رَبِّ اِنِّیْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ ﴾

یعنی تو جو بھلائی میری طرف بھیجے اور میرے لیے مہیا کرے میں اس کا محتاج ہوں۔ یہ موسیٰ علیہ السلام کی اپنی زبان حال کے ذریعے سے دعا تھی اور زبان حال کے ذریعے سے دعا کرنا زبان قال کے ذریعے سے دعا کرنے سے زیادہ بلیغ ہے، وہ اسی حالت میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے رہے۔

وہ دونوں عورتیں اپنے والد کے پاس گئیں اور ان کو تمام واقعہ کہہ سنایا۔ ان کے والد نے ان میں سے ایک عورت کو موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجا وہ آپ کے پاس آئی ﴿ تَمْشِیْ عَلَی اسْتِحْیَآءٍ ﴾ ’’شرم و حیا کے ساتھ چلتی ہوئی۔‘‘ یہ حیا اس عورت کی اچھی فطرت اور خلق حسن پر دلالت کرتی ہے۔ حیا اخلاق فاضلہ میں شمار ہوتی ہے...... خاص طور پر عورتوں میں۔ یہ چیز اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے ان خواتین کے مویشیوں کو جو پانی پلایا تھا کسی نوکر یا غلام کی حیثیت سے نہیں پلایا تھا کہ جن سے عموماً شرمایا نہیں جاتا بلکہ موسیٰ علیہ السلام تو عزت نفس رکھنے والے شخص تھے اس لئے اس عورت نے آپ کے جس حسن اخلاق کا مشاہدہ کیا وہ اس کی حیا کا موجب تھا۔

﴿ قَالَتْ ﴾ پس اس عورت نے آ کر موسیٰ علیہ السلام سے کہا: ﴿ اِنَّ اَبِیْ یَدْعُوْكَ لِیَجْزِیَكَ اَجْرَ مَا سَقَیْتَ لَنَا ﴾ ’’بے شک آپ کو میرے والد بلاتے ہیں کہ آپ نے جو ہمارے لیے پانی پلایا تھا اس کی آپ کو اجرت دیں۔‘‘ یعنی آپ پر کسی قسم کا احسان کرتے ہوئے نہیں بلکہ آپ نے ہم پر احسان کی ابتدا کی ہے ہمارا مقصد تو صرف یہ ہے کہ ہم آپ کے احسان کا بدلہ دیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس کی بات مان لی۔ ﴿ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَیْهِ الْقَصَصَ ﴾ ’’پس جب موسیٰ ان کے پاس آئے اور ان کے سامنے اپنا واقعہ بیان کیا۔‘‘ یعنی موسیٰ علیہ السلام نے ابتدائی اسباب سے لے کر، جو وہاں سے آپ کے فرار کے موجب بنے، یہاں پہنچنے تک، تمام واقعات سنا دیئے ﴿ قَالَ ﴾ ’’انہوں نے کہا‘‘ موسیٰ علیہ السلام کا خوف دور کرتے اور ان کی دل جوئی کرتے ہوئے: ﴿ لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴾ یعنی آپ کو ڈرنا اور خوف نہیں کرنا چاہیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان ظالموں سے نجات دے دی ہے اور آپ ایک ایسی جگہ پہنچ گئے ہیں جہاں ان کا کوئی اختیار نہیں۔

﴿ قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا ﴾ یعنی ان کی ایک بیٹی نے کہا: ﴿ یٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ﴾ یعنی انہیں اپنے پاس اجرت پر رکھ لیں یہ آپ کی بکریوں کو چرائیں گے اور انہیں پانی پلائیں گے ﴿ اِنَّ خَیْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ ﴾ یعنی موسیٰ علیہ السلام تمام ملازموں سے بہتر ہیں کیونکہ یہ طاقتور بھی ہیں اور امین بھی اور بہترین ملازم وہ ہوتا ہے جس میں وہ کام کرنے کی قوت اور قدرت ہو جس کے لئے اسے ملازم رکھا گیا ہے اور اس میں خیانت نہ ہو اور وہ امین ہو۔ یہ دونوں صفات ہر اس شخص میں اہمیت دیئے جانے کے لائق ہیں جس کو کوئی منصب سونپا جائے یا اسے اجرت وغیرہ پر رکھا جائے۔ معاملات میں خلل اس وقت واقع ہوتا ہے جب یہ دونوں اوصاف یا ان میں سے ایک وصف مفقود ہو۔ ان دونوں اوصاف کے اجتماع سے اس کام کی بدرجہ احسن تکمیل ہوتی ہے۔

اس عورت نے اپنے باپ کو مشورہ اس لئے دیا تھا کہ اس نے بکریوں کو پانی پلاتے وقت موسیٰ علیہ السلام کی قوت اور نشاط کا مشاہدہ کر لیا تھا جس سے اس نے آپ کی قوت کا اندازہ لگا لیا تھا اور اسی طرح اس نے موسیٰ علیہ السلام کی امانت اور دیانت کو بھی پرکھ لیا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان عورتوں پر اس وقت اور اس حالت میں رحم کھایا تھا جب ان سے کسی فائدے کی امید نہ تھی آپ کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی تھا۔

﴿قَالَ﴾ یعنی صاحب مدین نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا: ﴿إِنِّیۤ أُرِیدُ أَنْ أُنكِحَكَ إِحْدَى ٱبْنَتَیَّ هَـٰتَیْنِ عَلَىٰۤ أَن تَأْجُرَنِی﴾ ''میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کو تم سے بیاہ دوں اس شرط پر کہ تم میری خدمت کرو۔'' یعنی میرے ہاں نوکر ٹھہر جاؤ۔ ﴿ثَمَـٰنِیَ حِجَجٍ﴾ آٹھ سال تک ﴿فَإِنْ أَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِندِكَ﴾ ''پس اگر آپ دس سال پورے کر دیں تو یہ آپ کی طرف سے ہو گا۔'' یعنی آپ کی طرف سے عطیہ ہو گا زائد مدت آپ پر واجب نہیں ہے۔ ﴿وَمَاۤ أُرِیدُ أَنْ أَشُقَّ عَلَیْكَ﴾ ''میں نہیں چاہتا کہ تم پر سختی کروں'' اور میں حتمی طور پر دس سال کی مدت مقرر کر دوں اور نہ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ کو پر مشقت کاموں کے لئے ملازم رکھوں۔ میں نے تو آپ کو نہایت آسان کام کے لئے ملازم رکھا ہے جس میں کوئی مشقت نہیں۔ ﴿سَتَجِدُنِیۤ إِن شَاۤءَ ٱللَّهُ مِنَ ٱلصَّـٰلِحِینَ﴾ ''تم مجھے ان شاء اللہ نیک لوگوں میں پاؤ گے۔'' صاحب مدین نے آپ کو کام کی سہولت اور حسن معاملہ کے ذریعے سے ترغیب دی۔ یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ مرد صالح کے لئے مناسب یہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو حسن اخلاق سے کام لے۔

﴿قَالَ﴾ موسیٰ علیہ السلام نے صاحب مدین کی شرائط اور اس کا مطالبہ قبول کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ذَ ٰلِكَ بَیْنِی وَبَیْنَكَ﴾ یعنی وہ شرط جس کا آپ نے ذکر کیا ہے مجھے منظور ہے میرے اور آپ کے درمیان معاہدہ پکا ہے۔ ﴿أَیَّمَا ٱلْأَجَلَیْنِ قَضَیْتُ فَلَا عُدْوَ ٰنَ عَلَیَّ﴾ ''میں دونوں مدتوں میں سے جو بھی مدت پوری کروں'' تو مجھ پر زیادتی نہ ہو'' خواہ میں آٹھ (سال) پورے کروں جن کو پورا کرنا واجب ہے یا عطیہ کے طور پر آٹھ سال سے زائد کام کروں۔ ﴿وَٱللَّهُ عَلَىٰ مَا نَقُولُ وَكِیلٌ﴾ ''اور ہم جو معاہدہ کرتے ہیں اللہ اس کا گواہ ہے۔'' یعنی حفاظت کرنے والا اور نگہبانی کرنے والا ہے وہ جانتا ہے کہ ہم نے کیا معاہدہ کیا ہوا ہے۔

مذکورہ شخص، ان دو عورتوں کا والد اور صاحب مدین، وہ شعیب نہیں جو معروف نبی ہیں جیسا کہ بہت سے لوگوں کے ہاں مشہور ہے۔ یہ ایک ایسا قول ہے جس پر کوئی دلیل نہیں۔ اس ضمن میں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ شعیب علیہ السلام کا شہر بھی مدین ہی تھا اور یہ واقعہ بھی مدین ہی میں پیش آیا...... دونوں امور میں تلازم کیونکر واقع ہو گیا؟ نیز یہ بھی یقینی طور پر معلوم نہیں کہ آیا موسیٰ علیہ السلام نے شعیب علیہ السلام کا زمانہ پایا ہے یا نہیں ان کا شعیب علیہ السلام سے ملاقات کرنا کیونکر معلوم ہو سکتا ہے؟ اگر وہ شخص، شعیب علیہ السلام ہی ہوتے تو اللہ تعالیٰ اس کا ذکر ضرور فرماتا اور وہ

خواتین بھی اس بات کا ذکر کرتیں۔

نیز شعیب علیہ السلام کی قوم کو اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب کی پاداش میں ہلاک کر ڈالا تھا' ان میں سے صرف وہی لوگ باقی بچے تھے جو ایمان لے آئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو اس بات سے اپنی پناہ میں رکھا ہے کہ وہ اپنے نبی کی دو بیٹیوں کو پانی سے محروم کرنے اور ان کے مویشیوں کو پانی سے روکنے پر راضی ہوں یہاں تک کہ ایک اجنبی شخص آئے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہوئے ان کے مویشیوں کو پانی پلا دے۔ خود حضرت شعیب بھی اس پر راضی نہیں ہو سکتے تھے کہ موسیٰ علیہ السلام ان کی بکریاں چرائیں اور ان کے پاس خادم بن کر رہیں حالانکہ موسیٰ علیہ السلام شعیب علیہ السلام سے افضل اور بلند تر درجے پر فائز تھے...... البتہ اگر یہ واقعہ موسیٰ علیہ السلام کی نبوت سے پہلے کا ہے تب اس میں کوئی منافات نہیں۔ بہر حال رسول اللہ ﷺ سے روایت صحیحہ کے بغیر اس قول پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا کہ وہ شخص مذکور شعیب نبی تھے۔ واللہ اعلم۔

﴿ فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ ﴾ ''پس جب موسیٰ (علیہ السلام) نے مدت پوری کر دی۔'' اس میں دونوں احتمال موجود ہیں کہ آپ نے وہ مدت پوری کی ہو جس کا پورا کرنا آپ پر واجب تھا یا اس کے ساتھ وہ زائد مدت بھی پوری کی ہو جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آپ کے ایفائے عہد کے وصف کی بنا پر یہی گمان کیا جا سکتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے دل میں اپنے گھر والوں' اپنی والدہ اور اپنے خاندان والوں کے پاس اپنے وطن پہنچنے کا اشتیاق پیدا ہوا...... جناب موسیٰ علیہ السلام کا خیال تھا کہ اس طویل مدت میں لوگ اس قبطی کے قتل کے واقعہ کو بھول گئے ہوں گے۔ ﴿ وَسَارَ بِاَهْلِهٖٓ ﴾ ''اپنے گھر والوں کو لے کر چلے۔'' مصر کا قصد کر کے ﴿ اٰنَسَ ﴾ یعنی آپ نے دیکھا ﴿ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴾ ''طور کی طرف آگ' کو تو وہ اپنے گھر والوں سے کہنے لگے' ٹھہرو۔ مجھے آگ نظر آئی ہے۔ شاید میں وہاں سے کچھ پتہ لاؤں یا آگ کا انگارا لے آؤں تا کہ تم تاپو۔'' وہ راستے سے بھٹکے ہوئے بھی تھے اور موسم بھی سرد تھا۔

جب موسیٰ علیہ السلام وہاں پہنچے تو آواز دیئے گئے کہ ﴿ يٰمُوْسٰٓى اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ ''اے موسیٰ! یقیناً میں ہی اللہ ہوں سارے جہانوں کا پروردگار۔'' پس اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی الوہیت اور ربوبیت کی خبر دی ہے اور اس سے یہ چیز لازم آتی ہے کہ وہ اپنی عبادت کا حکم دے جیسا کہ دوسری آیت کریمہ میں آتا ہے ﴿ فَاعْبُدْنِيْ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ﴾ (طٰہٰ: ١٤/٢٠) ''میری عبادت کر اور میری یاد کے لئے نماز قائم کر۔''

﴿ وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ﴾ ''اور یہ کہ اپنی لاٹھی ڈال دیں'' تو آپ نے اپنا عصا پھینک دیا۔ ﴿ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ ﴾ ''پس جب موسیٰ نے لاٹھی کو حرکت کرتے ہوئے دیکھا۔'' یعنی آپ نے اس کو دوڑتا ہوا دیکھا اس کی شکل بہت ہولناک تھی ﴿ كَاَنَّهَا جَاۤنٌّ ﴾ گویا کہ وہ بہت بڑا اژدھا سانپ ہے۔ ﴿ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ﴾ تو

موسیٰ علیہ السلام واپس بھاگے اور دل پر خوف کے غلبہ کی وجہ سے پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: ﴿ یٰمُوْسٰٓی اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ اِنَّکَ مِنَ الْاٰمِنِیْنَ ﴾ ''اے موسیٰ! آگے آؤ اور ڈرو مت' تم امن پانے والوں میں ہو۔'' یہ فقرہ عدم خوف اور امن عطا کرنے میں بلیغ ترین فقرہ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ﴿ اَقْبِلْ ﴾ سامنے آنے کے حکم اور اس کی تعمیل کا تقاضا کرتا ہے اور کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ انسان سامنے آتا ہے مگر وہ ابھی تک خوف کی حالت میں ہوتا ہے۔ اس لئے فرمایا: ﴿ وَلَا تَخَفْ ﴾ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو دو امور کا حکم دیا۔ سامنے آنا اور دل میں کسی قسم کے خوف کو نہ رکھنا۔ مگر ان کے باوجود یہ احتمال باقی رہ جاتا ہے کہ وہ شخص مامور خوف سے آزاد ہو کر آئے مگر اسے امر مکروہ سے حفاظت اور امن کی ضمانت حاصل نہ ہو۔ اس لئے فرمایا: ﴿ اِنَّکَ مِنَ الْاٰمِنِیْنَ ﴾ ''بے شک آپ امن پانے والوں میں سے ہیں'' تب خوف ہر لحاظ سے زائل ہو جاتا ہے۔ پس موسیٰ علیہ السلام ہر خوف اور رعب سے آزاد اور مطمئن ہو کر اور اپنے رب کی خبر پر اعتماد کرتے ہوئے سامنے آئے' ان کے ایمان میں اضافہ اور ان کا یقین مکمل ہو چکا تھا۔ یہ معجزہ تھا جس کا اللہ تعالیٰ نے آپ کے فرعون کے پاس جانے سے قبل آپ کو مشاہدہ کروایا تاکہ جب آپ فرعون کے پاس جائیں تو یقین کامل کے مقام پر فائز ہوں تو اس صورت میں آپ زیادہ جرأت' زیادہ قوت اور صلابت کے ساتھ فرعون کے پاس جائیں گے۔

پھر اللہ نے ایک اور معجزے کا مشاہدہ کروایا چنانچہ فرمایا: ﴿ اُسْلُکْ یَدَکَ ﴾ یعنی اپنا ہاتھ داخل کر ﴿ فِیْ جَیْبِکَ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ ﴾ ''اپنے گریبان میں تو بغیر کسی عیب کے سفید نکل آئے گا۔'' موسیٰ علیہ السلام نے اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر باہر نکال لیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر فرمایا ہے۔ ﴿ وَّاضْمُمْ اِلَیْکَ جَنَاحَکَ مِنَ الرَّھْبِ ﴾ اور اپنے بازوؤں کو بھینچ لیں تاکہ آپ کا ڈر اور خوف زائل ہو جائے ﴿ فَذٰنِکَ ﴾ ''پس یہ'' یعنی عصا کا سانپ بن جانا اور گریبان سے ہاتھ کا چمکتا ہوا نکلنا ﴿ بُرْھَانٰنِ مِنْ رَّبِّکَ ﴾ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو قطعی براہین ہیں۔ ﴿ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِہٖ اِنَّھُمْ کَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ﴾ ''فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف جاؤ کہ وہ نافرمان لوگ ہیں۔'' ان کے لئے مجرد انذار اور رسول کا ان کو حکم دینا ہی کافی نہیں ہے بلکہ ان کے لئے ظاہری معجزات بھی ضروری ہیں اگر وہ کوئی فائدہ دیں۔

﴿ قَالَ ﴾ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کے حضور معذرت کرتے' رب تعالیٰ نے جو آپ پر ذمہ داری ڈالی تھی اس پر اس سے مدد کی درخواست کرتے اور اس راستے میں پیش آنے والے موانع کا ذکر کرتے ہوئے' تاکہ ان کا رب ان تمام مشکلات کو آسان کر دے...... عرض کیا: ﴿ رَبِّ اِنِّیْ قَتَلْتُ مِنْھُمْ نَفْسًا ﴾ ''اے میرے رب! میں نے ان کے ایک آدمی کو قتل کیا ہے۔'' یعنی ﴿ فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ ○ وَاَخِیْ ھٰرُوْنُ ھُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا فَاَرْسِلْہُ مَعِیَ رِدْاً ﴾ ''پس مجھے خوف ہے کہ وہ کہیں مجھ کو مار نہ ڈالیں اور ہارون جو میرا بھائی ہے اس کی زبان

مجھ سے زیادہ فصیح ہے تو اس کو میرے ساتھ مددگار بنا کر بھیج۔ ''یعنی اس کو میرے ساتھ میرا معاون اور مددگار بنا کر بھیج ﴿یُّصَدِّقُنِیْٓ﴾ ''جو میری تصدیق کرے'' کیونکہ ایک دوسرے کی موافقت کرتی ہوئی خبروں کے ساتھ تصدیق، حق کو طاقتور بنا دیتی ہے۔ ﴿اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ یُّکَذِّبُوْنِ﴾ ''مجھے خوف ہے کہ وہ لوگ میری تکذیب کریں گے۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبول کرتے ہوئے فرمایا: ﴿سَنَشُدُّ عَضُدَکَ بِاَخِیْکَ﴾ یعنی ہم آپ کے بھائی کے ذریعے سے آپ کی مدد کریں گے اور آپ کو طاقت اور قوت عطا کریں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے قتل کے الزام کے خوف کو بھی زائل کر دیا۔ فرمایا: ﴿وَنَجْعَلُ لَکُمَا سُلْطٰنًا﴾ ہم آپ کو دلیل اور برہان کے ذریعے سے آپ کی دعوت میں قوت اور آپ کے دشمن کے مقابلے میں ہیبت الٰہیہ عطا کریں گے۔ ﴿فَلَا یَصِلُوْنَ اِلَیْکُمَا﴾ ''پس وہ آپ دونوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے'' اور اس کا سبب ہماری نشانیاں اور وہ حق ہے جس پر یہ نشانیاں دلالت کرتی ہیں۔ نیز اس کا سبب یہ بھی ہے کہ جو کوئی ان نشانیوں کو دیکھتا خوف زدہ ہو جاتا ہے۔ انھی نشانیوں کے سبب سے آپ کو قوت حاصل ہو گی اور دشمن کے فریب کا تار و پود بکھر جائے گا اور یہ نشانیاں آپ کو، سازوسامان سے لیس بڑے بڑے لشکروں سے بڑھ کر کام دیں گی۔

﴿اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَکُمَا الْغٰلِبُوْنَ﴾ ''تم اور تمھارے متبعین غالب رہو گے۔'' یہ وعدہ موسیٰ علیہ السلام سے اس وقت کیا گیا تھا جب آپ بالکل تنہا تھے اور فرار رہنے کے بعد اپنے وطن واپس لوٹے تھے۔ حالات و واقعات بدلتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا اور آپ کو ملک اور بندوں پر اختیار عطا کر دیا آپ اور آپ کے پیروکار ملک میں غالب آ گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے رب کے پیغام کے ساتھ فرعون کے پاس گئے۔ ﴿فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰی بِاٰیٰتِنَا بَیِّنٰتٍ﴾ ''پس جب موسیٰ (علیہ السلام) ان کے پاس ہماری کھلی نشانیاں لے کر آئے۔'' یعنی موسیٰ علیہ السلام اپنی دعوت کی تائید میں واضح دلائل لائے جن میں کوئی کوتاہی تھی نہ کوئی پوشیدہ چیز ﴿قَالُوْا﴾ تو فرعون کی قوم نے ظلم، تکبر اور عناد کی بنا پر کہا: ﴿مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًی﴾ ''یہ تو جادو ہے جو اس نے بنا کر کھڑا کیا ہے۔'' جیسا کہ فرعون نے اس وقت کہا تھا جب حق ظاہر ہو کر باطل پر غالب آ گیا اور باطل مضمحل ہو گیا، تمام بڑے بڑے سردار جو معاملات کے حقائق کو جانتے تھے آپ کے سامنے سرنگوں ہو گئے، تو فرعون نے کہا تھا: ﴿اِنَّهٗ لَکَبِیْرُکُمُ الَّذِیْ عَلَّمَکُمُ السِّحْرَ﴾ (طٰهٰ: ٢٠/٧١) ''یہ تمھارا سردار ہے جس نے تمھیں جادو سکھایا ہے۔'' یہ ذہین مگر ناپاک شخص جو مکر و فریب اور چالبازی کی انتہا کو پہنچ گیا تھا جس کا قصہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا، حالانکہ وہ جانتا تھا کہ اسے زمین و آسمان کے رب نے نازل کیا ہے۔ مگر اس پر بدبختی غالب تھی۔

﴿وَمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِیْٓ اٰبَآىِٕنَا الْاَوَّلِیْنَ﴾ ''اور یہ ہم نے اپنے اگلے باپ دادا میں تو (کبھی یہ بات) نہیں

سنی۔'' یہ بھی انہوں نے جھوٹ بولا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو واضح دلائل و براہین کے ساتھ مبعوث فرمایا تھا جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ حَتّٰٓى إِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ۚ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ﴾ (غافر: ٤٠ / ٣٤) ''اس سے پہلے تمہارے پاس یوسف واضح دلائل لے کر آئے مگر وہ جو کچھ لے کر آئے تھے اس کے بارے میں تم شک میں مبتلا رہے پھر جب وہ وفات پا گئے تو تم نے کہا اب اللہ ان کے بعد کوئی رسول مبعوث نہیں کرے گا۔ اسی طرح اللہ ہر ایسے شخص کو گمراہی میں مبتلا کر دیتا ہے جو حد سے تجاوز کرنے والا اور شکی ہوتا ہے۔''

﴿وَقَالَ مُوْسٰى﴾ جب انہوں نے دعویٰ کیا کہ جو چیز موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے ہیں وہ جادو اور گمراہی ہے اور ان کا موقف سراسر ہدایت پر مبنی ہے۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ﴿رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ وَمَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ﴾ ''میرا رب اسے خوب جانتا ہے جو اس کی طرف سے ہدایت لے کر آیا ہے اور جس لیے آخرت کا اچھا انجام ہوگا۔'' جب تمہارے ساتھ بحث کرنے اور تمہارے سامنے واضح دلائل بیان کرنے کا کوئی فائدہ نہیں، تم نے گمراہی ہی میں سرگرداں رہنے اور اپنے کفر کی تائید میں جھگڑنے کا تہیہ کر رکھا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ ہدایت یافتہ کون ہے اور ہدایت سے محرومی کس کے حصے میں آئی ہے، نیز کس کا انجام اچھا ہے ہمارا یا تمہارا؟ ﴿اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ ''بے شک ظالم نجات نہیں پائیں گے۔'' اچھی عاقبت اور فوز و فلاح سے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے متبعین سرفراز ہوئے اور ان منکرین حق کے نصیب میں برا انجام، خسارہ اور ہلاکت لکھ دیے گئے۔

﴿وَقَالَ فِرْعَوْنُ﴾ فرعون نے اپنے رب کے بارے میں جسارت اور اپنی قوم کے احمق اور کمزور عقل لوگوں کے سامنے خوشنما باتیں کرتے ہوئے کہا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ﴾ ''اے اہل دربار! میں تمہارا اپنے سوا کسی کو معبود نہیں جانتا'' یعنی میں اکیلا تمہارا الٰہ اور معبود ہوں اگر میرے سوا کوئی اور الٰہ ہوتا تو میرے علم میں ضرور ہوتا۔ ذرا فرعون کی یہ کامل احتیاط ملاحظہ کیجیے، اس نے یہ نہیں کہا: (مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ) ''میرے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔'' بلکہ یہ کہا ''میں تمہارا اپنے سوا کوئی معبود نہیں جانتا۔'' کیونکہ وہ ان کے نزدیک ایک عالم فاضل شخص تھا وہ جو بھی کوئی بات کرتا تھا وہ ان کے نزدیک حق ہوتی تھی اور وہ جو بھی کوئی حکم دیتا تھا اس کی اطاعت کرتے تھے۔ پس جب اس نے یہ بات کہی جس میں یہ احتمال تھا کہ فرعون کے سوا کوئی اور بھی الٰہ ہے تو اس نفی کو متحقق کرنے کے ارادے سے ہامان سے کہا: ﴿فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ﴾ ''اے ہامان! تو میرے لیے مٹی پر آگ جلا'' تاکہ وہ پکی اینٹیں تیار کرے۔ ﴿فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا﴾ ''پھر میرے لیے ایک محل بنوا دو'' یعنی ایک بلند عمارت ﴿لَّعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ﴾ ''تاکہ میں موسیٰ کے

معبود کی طرف جھانک لوں اور میں تو اسے جھوٹا سمجھتا ہوں۔'' مگر اس میں اس گمان کو سچ کر دکھاؤں گا اور تمہارے سامنے موسیٰ علیہ السلام کا جھوٹ عیاں کروں گا۔ ملاحظہ کیجئے اللہ تعالیٰ کے حضور یہ کتنی بڑی جسارت ہے۔ کسی آدمی نے اتنی بڑی جسارت نہیں کی۔ اس نے موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کی' خود اللہ ہونے کا دعویٰ کیا' اس نے اس بات کی بھی نفی کی کہ اسے معبود حق کے بارے میں علم ہے اور اس نے موسیٰ علیہ السلام کے معبود تک پہنچنے کے لئے اسباب مہیا کرنے کا حکم دیا۔ یہ سب ابہام پیدا کرنے کی کوشش ہے' مگر حیرت ہے ان درباریوں پر جو اپنے آپ کو مملکت کے ستون اور سلطنت کے معاملات میں بڑا مدبر سمجھتے تھے۔ فرعون کیسے ان کی عقلوں کے ساتھ کھیلتا رہا اور کیسے ان کو بیوقوف بناتا رہا۔ اس کا سبب ان کا فسق تھا جو ان کا وصف راسخ بن گیا تھا۔ ان کا دین فاسد ہو گیا پھر اس کے نتیجے میں ان کی عقل بھی خرابی کا شکار ہو گئی۔ اے اللہ! ہم تجھ سے ایمان پر ثابت قدمی اور استقامت کا سوال کرتے ہیں ہمیں ہدایت سے سرفراز کرنے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر۔ تو ہمیں اپنی بے پایاں رحمت سے نواز بلاشبہ تو بہت زیادہ نوازش کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ﴾ ''اور فرعون نے اور اس کے لشکر نے ناحق طور پر ملک میں تکبر کیا۔'' انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ متکبرانہ رویہ رکھا اور ان کو سخت عذاب میں مبتلا کیا' انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں اور ان کی دعوت کو تکبر کے ساتھ ٹھکرا دیا۔ انہوں نے آیات الٰہی کی تکذیب کی اور اس زعم باطل میں مبتلا رہے کہ ان کا مسلک اعلیٰ و افضل ہے۔ ﴿ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ ﴾ ''اور وہ خیال کرتے تھے کہ وہ ہماری طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے۔'' اس لئے انہیں ایسا کرنے کی جرأت ہوئی ورنہ اگر انہیں علم ہوتا اور انہیں اس بات کا یقین ہوتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جائیں گے تو وہ کبھی بھی ایسا کام نہ کرتے جو انہوں نے کیا۔ ﴿ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ ﴾ جب وہ اپنے عناد اور سرکشی پر جمے رہے تو ہم نے فرعون اور اس کے لشکروں کو پکڑ لیا ﴿ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ ''پھر ہم نے انہیں دریا میں ڈال دیا' پس دیکھ لو کہ ظالموں کا کیسا انجام ہوا۔'' ان کا انجام گھاٹے والا اور بدترین انجام تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیاوی سزا کے ساتھ ساتھ اخروی عذاب میں بھی مبتلا کیا۔

﴿ وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ﴾ ''نیز ہم نے انہیں جہنم کی طرف دعوت دینے والے سرغنے بنا دیا'' یعنی ہم نے فرعون اور اس کے سرداروں کو ایسے راہنما بنایا جن کی پیروی کا انجام جہنم کی رسوائی اور بدبختی ہے۔ ﴿ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴾ اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے کے لئے ان کی مدد نہیں کی جا سکے گی' وہ کمزور ترین لوگ ہوں گے' اپنے آپ سے عذاب کو دور نہ کر سکیں گے اور اللہ تعالیٰ کے سوا ان کا کوئی والی اور مددگار نہ ہوگا۔ ﴿ وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ﴾ ''اور ہم نے اس دنیا میں ان کے پیچھے لعنت لگا دی'' یعنی

اس سزا اور رسوائی کے علاوہ' دنیا میں ہم نے ان کے پیچھے لعنت لگا دی ہے۔ وہ مخلوق کے ہاں نہایت قبیح اوصاف کے ساتھ معروف' مغضوب اور مذموم ہیں اور یہ ایسا معاملہ ہے' جس کا روزمرہ مشاہدہ ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ اس دنیا میں ائمہ ملعونین اور ان کے پیشواؤں میں شمار ہوتے ہیں۔ ﴿وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ﴾ ''اور وہ قیامت کے دن بدحالوں میں سے ہوں گے۔'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہوں گے' ان کے افعال نہایت گندے ہیں' جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض' اس کی مخلوق کے ہاں اور خود اپنی نظر میں ناپسندیدہ ہیں۔

﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ﴾ ''اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب عطا کی۔'' اس سے مراد تورات ہے ﴿مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى﴾ ''پہلے زمانے کے لوگوں کو ہلاک کرنے کے بعد۔'' وہ لوگ جن کا خاتمہ تمام لوگوں کو یعنی فرعون اور اس کی افواج کو ہلاک کر کے کیا گیا۔ یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ نزول تورات کے بعد قوموں کی ہلاکت عامہ کی سزا منقطع ہو گئی اور کفار کے خلاف جہاد بالسیف مشروع ہوا۔ ﴿بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ﴾ ''لوگوں کے لیے بصیرت افروز دلائل'' اس سے مراد کتاب اللہ ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی جس میں لوگوں کے لیے بصیرت ہے' یعنی اس میں ایسے اصول بیان کیے گئے ہیں جن کے ذریعے سے وہ دیکھ سکتے ہیں کہ کیا چیز ان کو فائدہ دیتی ہے اور کیا چیز ان کو نقصان دیتی ہے۔ پس اس سے نافرمان پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہو جاتی ہے اور مومن اس سے فائدہ اٹھاتا ہے تب یہ کتاب مومن کے حق میں رحمت اور اس کے لئے راہ راست کی طرف راہنمائی ہے۔ بنابریں فرمایا: ﴿وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾ ''اور ہدایت اور رحمت بنا کر' تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔'' جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول (ﷺ) کو ان اخبار غیب سے آگاہ فرمایا تو پھر بندوں کو متنبہ کیا کہ یہ خبریں محض اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور رسول (ﷺ) کے پاس وحی الٰہی کے سوا کوئی ایسا ذریعہ نہیں جس سے وہ یہ خبریں حاصل کر سکیں۔ بنابریں فرمایا: ﴿وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ﴾ ''اور آپ (اس وقت) مغرب کی طرف نہیں تھے۔'' یعنی کوہ طور کے مغربی گوشے میں جب ہم نے موسیٰ کو حکم احکام کی وحی پہنچائی تھی ﴿وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ﴾ ''اور نہ آپ دیکھنے والوں میں سے تھے۔'' یعنی آپ ان تمام واقعات کا مشاہدہ نہیں کر رہے تھے کہ یہ کہا جائے کہ اس طریقے سے آپ کو اس قصے کی خبر ہوئی ہے۔ ﴿وَلٰكِنَّآ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ﴾ ''لیکن ہم نے (موسیٰ کے بعد) کئی امتوں کو پیدا کیا پھر ان پر مدت طویل گزر گئی۔'' اس لیے علم ناپید ہو گیا اور آیات الٰہی کو فراموش کر دیا گیا۔ ہم نے آپ کو ایسے وقت میں مبعوث کیا جب آپ کی سخت ضرورت' اور اس علم کی شدید حاجت تھی جو ہم نے آپ کو عطا کیا اور آپ کی طرف وحی کیا ﴿وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا﴾ یعنی آپ مقیم نہ تھے ﴿فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا﴾ ''اہل مدین میں کہ ان کو ہماری آیتیں پڑھ کر سناتے۔'' یعنی آپ ان کو تعلیم دیتے تھے نہ ان سے تعلیم لیتے تھے' حتیٰ کہ (گمان گزرتا کہ) آپ

نے موسیٰ علیہ السلام اور اہل مدین کے بارے میں جو خبر دی ہے اسی بنا پر دی ہے۔ ﴿وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ﴾ ”لیکن ہم ہی رسول بھیجنے والے رہے ہیں۔“ یعنی موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ خبر جو آپ ﷺ لے کر آئے ہیں وہ آپ کی رسالت کے آثار اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہے اور ہماری طرف سے وحی بھیجے جانے کے بغیر اس کو جاننے کا آپ کے پاس کوئی اور ذریعہ نہیں۔

﴿وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا﴾ ”اور آپ طور کی جانب بھی نہیں تھے جب کہ ہم نے آواز دی۔“ موسیٰ علیہ السلام کو اور انہیں حکم دیا کہ وہ اس ظالم قوم کے پاس جائیں، انہیں ہمارا پیغام پہنچائیں، انہیں ہماری نشانیاں اور معجزات دکھائیں جو ہم آپ کے سامنے بیان کر چکے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ وہ تمام واقعات جو ان مقامات پر موسیٰ علیہ السلام کو پیش آئے آپ ﷺ نے ان کو بغیر کسی کمی بیشی کے اسی طرح بیان کیا ہے جس طرح وہ حقیقت میں واقع ہوئے تھے اور یہ چیز دو امور میں سے کسی ایک امر سے خالی نہیں:

یا تو آپ وہاں موجود تھے اور آپ نے ان کا مشاہدہ کیا تھا یا آپ نے ان مقامات پر جا کر ان واقعات کو وہاں کے رہنے والوں سے معلوم کیا تب یہ چیز اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں کیونکہ جن امور کے بارے میں ان کے مشاہدے کے ذریعے سے اور ان کا علم حاصل کر کے خبر دی جائے وہ تمام لوگوں میں مشترک ہوتے ہیں، وہ صرف انبیاء کے ساتھ مخصوص نہیں ہوتے ...... مگر یہ چیز پورے یقین کے ساتھ معلوم ہے کہ ایسا نہیں ہوا اور اس حقیقت کو آپ کے دوست اور دشمن سب جانتے ہیں۔

پس امر ثانی متعین ہو گیا کہ یہ تمام خبریں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کے ذریعے سے آپ ﷺ تک پہنچی ہیں۔ لہٰذا قطعی دلیل سے آپ ﷺ کی رسالت ثابت ہو گئی اور یہ بات بھی پایہ تحقیق کو پہنچ گئی کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت آپ ﷺ پر اور اس کے بندوں پر سایہ فگن ہے۔ بنابریں فرمایا: ﴿وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ﴾ ”لیکن یہ آپ کے رب کی رحمت ہے تاکہ ان لوگوں کو ڈرائیں جن کے ہاں آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا“ یعنی قریش اور عربوں کے پاس کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے پہلے زمانہ طویل سے رسالت ان کے ہاں معروف نہ تھی۔ ﴿لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾ یعنی شاید کہ وہ خیر اور شر کے فرق میں غور کریں، خیر کو لائحہ عمل بنائیں اور شر کو ترک کر دیں۔ جب آپ ﷺ اس بلند مقام پر فائز ہیں تو ان پر فرض ہے کہ وہ آپ پر ایمان لانے اور اس نعمت کا شکر ادا کرنے میں جلدی کریں جس کی قدر و قیمت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے نہ اس کا شکر ادا کیا جا سکتا ہے۔

اہل عرب کے لئے آپ کا انذار و تنذیر اس امر کی نفی نہیں کرتا کہ آپ کو دوسری قوموں کے لئے بھی مبعوث کیا گیا ہے۔ عربوں کے لئے انذار و تنذیر کی وجہ یہ ہے کہ آپ عرب تھے، آپ پر نازل کیا گیا قرآن عربی میں تھا

اور آپ کی دعوت کے اولین مخاطب عرب تھے۔ اس لئے اصولی طور پر آپ کی دعوت عربوں کے لئے تھی اور تبعاً دیگر قوموں کے لئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ أَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا أَنْ أَوْحَيْنَآ إِلَىٰ رَجُلٍ مِّنْهُمْ أَنْ أَنذِرِ النَّاسَ ﴾ (یونس: ۲/۱۰) ’’کیا لوگوں کو یہ بات عجیب لگتی ہے کہ ہم نے خود انہی میں سے ایک آدمی کی طرف وحی کی کہ لوگوں کو ان کی بداعمالیوں کے انجام سے ڈراؤ۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ قُلْ يَٰٓأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّى رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا ﴾ (الاعراف: ۱۵۸/۷) ’’کہہ دیجئے اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔‘‘

﴿ وَلَوْلَآ أَن تُصِيبَهُم مُّصِيبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ﴾ ’’اور اگر ایسا نہ ہو کہ ان کے (اعمال) کے سبب جو ان کے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں ان پر کوئی مصیبت نازل ہو۔‘‘ یعنی ان کے ارتکاب کفر و معاصی کی پاداش میں ﴿ فَيَقُولُوا رَبَّنَا لَوْلَآ أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا فَنَتَّبِعَ ءَايَٰتِكَ وَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴾ ’’تو یہ کہنے لگیں کہ اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی پیغمبر کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیتوں کی پیروی کرنے اور ایمان لانے والوں میں سے ہوتے۔‘‘ یعنی اے محمد! (ﷺ) ہم نے ان کی حجت کو ختم کرنے اور ان کی بات کو رد کرنے کے لئے آپ کو مبعوث کیا ہے۔

﴿ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ ﴾ ’’پس جب ان کے پاس حق آ گیا۔‘‘ جس میں کوئی شک نہیں ﴿ مِنْ عِندِنَا ﴾ ’’ہماری طرف سے‘‘ اس سے مراد قرآن ہے جو ہم نے آپ کی طرف وحی کیا۔ ﴿ قَالُوا ﴾ تو اس قرآن کی تکذیب کرتے اور اس پر لایعنی اعتراضات کرتے ہوئے انہوں نے کہا: ﴿ لَوْلَآ أُوتِىَ مِثْلَ مَآ أُوتِىَ مُوسَىٰٓ ﴾ ’’انہیں وہ کیوں نہیں دیا گیا جو موسیٰ (علیہ السلام) کو دیا گیا۔‘‘ یعنی موسیٰ علیہ السلام پر تمام کتاب اکٹھی نازل کی گئی اور رہی وہ کتاب جو ٹکڑوں کی صورت میں نازل ہوئی ہے تو وہ اللہ کی طرف سے نہیں ہے۔ ان کے اس قول میں کون سی دلیل ہے؟ اور یہ کونسا شبہ ہے کہ اگر کتاب ٹکڑوں میں نازل ہوئی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے؟ بلکہ یہ تو اس قرآن کا کمال ہے اور جس ہستی پر یہ قرآن نازل کیا گیا ہے اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اعتنائے خاص ہے کہ اس نے اسے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے اپنے رسول کو ثابت قدمی اور استقامت عطا کرے اور مومنین کے ایمان میں اضافہ ہو۔ فرمایا: ﴿ وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَٰكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا ﴾ (الفرقان: ۳۳/۲۵) ’’اور وہ جب کبھی کوئی مثال لے کر آپ کے پاس آئے اس کا درست اور بروقت جواب ہم نے آپ کو دے دیا اور بہترین طریقے سے بات کو کھول کر بیان کر دیا۔‘‘

نیز قرآن کو موسیٰ علیہ السلام کی کتاب پر قیاس کرنا ایک ایسا قیاس ہے جسے یہ خود ہی توڑ رہے ہیں۔ یہ قرآن کریم کو ایک ایسی کتاب پر کیونکر قیاس کرتے ہیں جس کا یہ انکار کرتے ہیں اور اس پر ایمان نہیں لاتے؟ بنابریں فرمایا: ﴿ أَوَلَمْ يَكْفُرُوا بِمَآ أُوتِىَ مُوسَىٰ مِن قَبْلُ قَالُوا سِحْرَانِ تَظَٰهَرَا ﴾ ’’کیا جو پہلے موسیٰ (علیہ السلام) کو دیا گیا تھا

انہوں نے اس کا کفر نہیں کیا' کہنے لگے کہ یہ دونوں جادوگر ہیں ایک دوسرے کے موافق۔'' یعنی قرآن مجید اور تورات مقدس' جوان دونوں کی جادوگری اور لوگوں کو گمراہ کرنے میں ان کی مدد کرتی ہیں۔ ﴿وَقَالُوْٓا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ﴾ ''انہوں نے کہا' ہم تو ہر ایک سے انکار کرنے والے ہیں۔'' اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ یہ لوگ بلا دلیل حق کا ابطال اور ایسی چیز کے ذریعے سے حق کی مخالفت کرنا چاہتے ہیں جو حق کی مخالفت نہیں کر سکتی۔ ان کے اقوال میں تناقض اور اختلاف ہے اور ہر کافر کا یہی رویہ ہے' اس لئے اللہ تعالیٰ نے تصریح فرما دی کہ انہوں نے دونوں کتابوں اور دونوں رسولوں کا انکار کیا ہے۔

مگر سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا ان کا ان دونوں کتابوں کا انکار کرنا طلب حق اور کسی اپنے حکم کی اتباع کی بنا پر تھا جو ان دونوں کتابوں سے بہتر تھا یا محض خواہش نفس پر مبنی تھا؟ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ﴾ ''کہہ دیجئے' اللہ کے پاس سے کوئی کتاب لے آؤ جو ان دونوں سے بڑھ کر ہدایت کرنے والی ہو۔'' یعنی تورات اور قرآن سے بڑھ کر ہدایت کی حامل ﴿اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''میں اس کی اتباع کروں گا اگر تم سچے ہو'' اور وہ ایسی کتاب لانے پر قادر نہیں اور نہ ہی کوئی دوسرا یہ طاقت رکھتا ہے کہ وہ قرآن اور تورات جیسی کتاب تصنیف کر لائے۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو تخلیق کیا ہے' تب سے علم و ہدایت' بیان و تبیین اور مخلوق کے لئے رحمت کے اعتبار سے ان دو کتابوں جیسی کوئی اور کتاب وجود میں نہیں آئی۔

یہ داعی کا کمال انصاف ہے کہ وہ لوگوں سے یہ کہے کہ اس کا مقصد حق اور رشد و ہدایت ہے اور وہ ایسی کتاب لے کر آیا ہے جو حق پر مشتمل ہے اور موسیٰ علیہ السلام کی کتاب کے موافق ہے' اس لئے ان دونوں کے سامنے سرنگوں ہونا ہم پر واجب ہے کیونکہ دونوں کتابیں حق اور ہدایت پر مشتمل ہیں اگر تم اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ایسی کتاب لے آؤ جو ان دونوں سے زیادہ حق اور ہدایت پر مشتمل ہو تو میں اس کی پیروی کروں گا۔ ورنہ میں ہدایت اور حق کو چھوڑ کر کسی ایسی کتاب کی اتباع نہیں کر سکتا جو ہدایت اور حق پر مشتمل نہ ہو۔

﴿فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ﴾ ''پھر اگر یہ تمہاری بات قبول نہ کریں۔'' یعنی اگر وہ ایسی کتاب نہ لا سکیں جو ان دونوں کتابوں سے زیادہ ہدایت پر مشتمل پر ہو۔ ﴿فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ﴾ یعنی پھر آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ان کا آپ کی اتباع کو ترک کرنا اس وجہ سے نہیں کہ انہوں نے حق اور ہدایت کو پہچان کر اس کی طرف رجوع کیا ہے بلکہ یہ تو مجرد خواہشات نفس کی پیروی ہے ﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ﴾ ''اور اس شخص سے بڑھ کر گمراہ کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی خواہش کے پیچھے لگا ہوا ہو؟'' پس یہ شخص لوگوں میں گمراہ ترین شخص ہے کیونکہ اس کے سامنے ہدایت پیش کی گئی اور اسے صراط مستقیم دکھایا گیا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے اکرام و تکریم کے گھر تک پہنچاتا ہے' مگر اس نے اس راستے کی طرف التفات کیا نہ اس ہدایت کو

قبول کیا۔ اس کے برعکس اس کی خواہش نفس نے اس کو اس راستے پر چلنے کی دعوت دی جو ہلاکت اور بدبختی کی گھاٹیوں کی طرف جاتا ہے اور وہ راہ ہدایت کو چھوڑ کر اس راستے پر گامزن ہو گیا۔ جس کا یہ وصف ہو' کیا اس سے بڑھ کر کوئی اور گمراہ ہو سکتا ہے؟ اس کا ظلم و تعدی اور حق کے ساتھ اس کی عدم محبت اس بات کے موجب ہیں کہ وہ اپنی گمراہی پر جما رہے اور اللہ تعالیٰ اسے ہدایت سے محروم کر دے' اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔'' یعنی وہ لوگ کہ ظلم و عناد جن کا وصف بن گیا' ان کے پاس ہدایت آئی مگر انہوں نے اسے رد کر دیا اور خواہشات نفس کے پیچھے لگ گئے اور خود اپنے ہاتھوں سے ہدایت کے دروازے کو بند اور ہدایت کی راہ کو مسدود کر کے گمراہی کے دروازوں اور اس کی راہوں کو اپنے لئے کھول لیا۔ پس وہ اپنی گمراہی اور ظلم میں سرگرداں' اپنی ہلاکت اور بدبختی میں مارے مارے پھرتے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کے ارشاد: ﴿فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ﴾ میں اس بات کی دلیل ہے کہ ہر وہ شخص جو رسول ﷺ کی دعوت کو قبول نہیں کرتا اور اس قول کو اختیار کرتا ہے جو قول رسول ﷺ کے خلاف ہو' وہ ہدایت کے راستے پر گامزن نہیں بلکہ وہ اپنی خواہشات نفس کے پیچھے لگا ہوا ہے۔

﴿وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ﴾ یعنی ہم نے اپنی بات کو لگاتار طریقے سے ان تک پہنچایا اور ان پر اپنی رحمت اور لطف و کرم کی بنا پر اسے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل فرمایا ﴿لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾ ''تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔'' جب ان پر آیات الٰہی بتکرار نازل ہوں گی اور بوقت ضرورت ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح دلائل نازل ہوں گے۔ پس کتاب اللہ کا ٹکڑوں میں نازل ہونا' ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کا لطف و کرم ہے۔ تب وہ ایسی بات پر کیوں اعتراض کرتے ہیں جس میں ان کی بھلائی ہے؟

قصۂ موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے بعض فوائد اور عبرتوں کا استنباط

❋ آیات الٰہی' اللہ تعالیٰ کے نشانات عبرت اور گزشتہ قوموں میں اس کے ایام سے صرف اہل ایمان ہی فائدہ اٹھاتے اور روشنی حاصل کرتے ہیں۔ بندۂ مومن اپنے ایمان کے مطابق عبرت حاصل کرتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ انہی کی خاطر گزشتہ قوموں کے قصے بیان کرتا ہے۔ رہے دیگر لوگ تو اللہ تعالیٰ کو ان کی کوئی پروا نہیں' ان کے نصیب میں روشنی ہے نہ ہدایت۔

❋ اللہ تبارک و تعالیٰ جب کسی کام کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے لئے اسباب مہیا کر دیتا ہے اور اسے یک لخت منصۂ شہود پر نہیں لاتا' بلکہ بتدریج آہستہ آہستہ وجود میں لاتا ہے۔

❋ ان آیات کریمہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ مستضعفین خواہ کمزوری اور محکومی کی انتہا کو پہنچے ہوئے ہوں ان کے

لئے مناسب نہیں کہ وہ سستی اور مایوسی کا شکار ہو کر اپنے حقوق کے حصول اور بلند مقاصد کے لئے جدوجہد کو چھوڑ دیں خاص طور پر جبکہ وہ مظلوم ہوں۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل جیسی کمزور اور محکوم قوم کو فرعون اور اس کے سرداروں کی غلامی سے نجات دی' پھر انہیں زمین میں اقتدار بخشا اور انہیں اپنے شہروں کا مالک بنایا۔

- ان آیات کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ جب تک قوم مقہور و محکوم رہتی ہے اور اپنے حقوق حاصل کرتی ہے نہ ان کا مطالبہ کرتی ہے اس کے دین و دنیا کا معاملہ درست نہیں ہوتا اور نہ وہ دین میں امامت سے سرفراز ہوتی ہے۔
- حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ پر اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم تھا کہ اس نے اس بشارت کے ذریعے سے ان کی مصیبت کو آسان کر دیا کہ وہ ان کو ان کا بیٹا واپس لوٹائے گا اور اسے رسول بنائے گا۔
- یہ آیات کریمہ دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندے کے لئے بعض سختیاں مقدر کر دیتا ہے تاکہ مآل کار اسے ان شدائد سے بڑھ کر سرور حاصل ہو یا ان سے بڑا کوئی شر دور ہو' جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو شدید حزن و غم میں مبتلا کیا پھر یہی حزن و غم ان کے لئے اپنے بیٹے تک پہنچنے کا وسیلہ بنا جس سے ان کا دل مطمئن اور آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں اور ان کی فرحت و مسرت میں اضافہ ہوا۔
- ان آیات کریمہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ مخلوق کا طبعی خوف ایمان کے منافی ہے نہ ایمان کو زائل کرتا ہے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کو خوف کے مقام پر خوف لاحق ہوا۔
- اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ایمان گھٹتا اور بڑھتا ہے اور سب سے بڑی چیز جس سے ایمان میں اضافہ اور یقین کی تکمیل ہوتی ہے' مصائب کے وقت صبر اور شدائد کے وقت ثابت قدمی اور استقامت ہے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰی قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (القصص: ۲۸/۱۰) ''اگر ہم اس کی ڈھارس نہ بندھاتے تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہو جائے'' یعنی تاکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے ایمان میں اضافہ ہو اور ان کا دل مطمئن ہو۔
- اللہ تعالیٰ کی اپنے بندے پر سب سے بڑی نعمت اور بندے کے معاملات میں اس کی طرف سے سب سے بڑی اعانت یہ ہے کہ وہ اس کو اپنی طرف سے ثابت قدمی اور استقامت سے سرفراز کرے' خوف اور اضطراب کے وقت اس کے دل کو قوت عطا کرے کیونکہ اسی صورت میں بندۂ مومن صحیح قول و فعل پر قادر ہو سکتا ہے اس کے برعکس جو شخص پریشانی' خوف اور اضطراب کا شکار ہے اس کے افکار ضائع اور اس کی عقل زائل ہو جاتی ہے اور وہ اس حال میں اپنے آپ سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔
- اگر بندے کو اس حقیقت کی معرفت حاصل ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر اور اس کے وعدے کا نفاذ

لازمی امر ہے، تب بھی وہ اسباب کو ترک نہ کرے اور یہ چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی ہوئی خبر پر ایمان کے منافی نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ سے وعدہ فرمایا تھا کہ وہ انہیں ان کا بیٹا لوٹا دے گا۔ بایں ہمہ وہ اپنے بیٹے کو واپس لینے کے لئے کوشش کرتی رہیں انہوں نے اپنی بیٹی کو بھیجا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیچھے پیچھے جائے اور دیکھے کہ وہ کہاں جاتا ہے۔

- اس قصہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ عورت کا اپنی ضروریات کے لئے گھر سے باہر نکلنا اور مردوں سے ہم کلام ہونا جائز ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن اور صاحب مدین کی بیٹیوں کے ساتھ پیش آیا۔
- اس قصہ سے ثابت ہوتا ہے کہ کفالت اور رضاعت پر اجرت لینا جائز ہے اور جو اس طرح کرتا ہے، اس کے لیے دلیل ہے۔
- ان آیات کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اپنے کمزور بندے کو، جسے وہ اپنے اکرام و تکریم سے سرفراز کرنا چاہتا ہے، اسے اپنی نشانیاں دکھاتا ہے اور واضح دلائل کا مشاہدہ کراتا ہے جن سے اس کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کو ان کی والدہ کے پاس لوٹا دیا تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔
- اس قصہ سے ثابت ہوا کہ ایسے کافر کو، جو کسی معاہدے اور عرف کی بنا پر ذمی ہو، قتل کرنا جائز نہیں کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کافر قبطی کے قتل کو گناہ شمار کیا اور اس پر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کی۔
- اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جو کوئی لوگوں کو ناحق قتل کرتا ہے، وہ ان جابروں میں شمار ہوتا ہے جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔
- نیز جو کوئی لوگوں کو ناحق قتل کرتا ہے اور بزعم خود زمین میں اصلاح کرتا ہے اور اہل معاصی کو ہیبت زدہ کرتا ہے، وہ جھوٹا اور فساد برپا کرنے والا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قبطی کا قول نقل فرمایا: ﴿إِن تُرِيدُ إِلَّا أَن تَكُونَ جَبَّارًا فِي الْأَرْضِ وَمَا تُرِيدُ أَن تَكُونَ مِنَ الْمُصْلِحِينَ﴾ (القصص: ۱۹/۲۸) ”تو زمین میں صاحب جبر و استبداد بن کر رہنا چاہتا ہے، تو اصلاح کرنا نہیں چاہتا۔“ اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ قول انکار کے لئے نہیں بلکہ تحقیق و تقریر کے لئے نقل فرمایا ہے۔
- کسی شخص کا کسی دوسرے شخص کو اس کے بارے میں خبر دینا کہ اس کے خلاف کوئی منصوبہ بن رہا ہے، تاکہ وہ اس کے شر سے بچ سکے، چغلی اور غیبت کے زمرے میں نہیں آئے گا۔ بلکہ بسا اوقات ایسا کرنا واجب ہے جیسا کہ اس (درباری) شخص نے خیر خواہی کے طور پر اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بچانے کے لئے دربارِ فرعون کے منصوبے کے بارے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آگاہ کیا تھا۔

- جب کسی جگہ قیام کرنے میں جان و مال کا خطرہ ہو تو انسان کو اپنے آپ کو ہلاکت میں نہیں ڈالنا چاہیے اور نہ اپنے آپ کو ہلاکت کے حوالے کرنا چاہیے بلکہ اپنے آپ کو بچانے کے لئے وہاں سے نکل جانا چاہیے' جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے فرار ہوئے۔

- جب انسان کو دو برائیوں کا سامنا ہو اور ان میں سے کسی ایک کو اختیار کئے بغیر کوئی چارہ نہ ہو تو وہ خفیف تر برائی کو اختیار کرے جس میں قدرے زیادہ سلامتی ہو۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام کا معاملہ دو امور کے مابین تھا:

① مصر میں رہتے' مگر اس صورت میں یقیناً قتل کر دیئے جاتے۔

② یا دور کسی شہر میں چلے جاتے جس کا راستہ بھی انہیں معلوم نہ تھا اور ان کے رب کے سوا کوئی راہنمائی کرنے والا بھی ان کے ساتھ نہ تھا' مگر اس صورت حال میں' مصر میں رہنے کی نسبت' مصر چھوڑ جانے میں سلامتی کی زیادہ توقع تھی۔

- علم میں شغف رکھنے والے کو جب کبھی علمی بحث کی ضرورت پیش آئے' دو اقوال میں سے کوئی قول اس کے نزدیک راجح نہ ہو تو وہ اپنے رب سے ہدایت کی استدعا کرے کہ وہ اس کی راہ صواب کی طرف راہنمائی کرے' اپنے دل میں حق کو مقصود و مطلوب بنائے رکھے اور حق ہی کو تلاش کرے اور جس کا یہ حال ہو اللہ تعالیٰ اس کو کبھی خائب و خاسر نہیں کرتا۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے مصر سے نکل کر مدین کی طرف رخ کیا تو کہنے لگے: ﴿ قَالَ عَسٰى رَبِّيۡۤ اَنۡ يَّهۡدِيَنِيۡ سَوَآءَ السَّبِيۡلِ ﴾ (القصص:٢٢/٢٨) ''امید ہے میرا رب سیدھے راستے کی طرف میری راہنمائی کرے گا۔''

- ان آیات کریمہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ مخلوق پر رحم کرنا اور جان پہچان رکھنے والے یا اجنبی لوگوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا انبیائے کرام کا اخلاق ہے' پیاسے مویشیوں کو پانی پلانا اور کسی عاجز اور لاچار کی مدد کرنا احسان کے زمرے میں آتا ہے۔

- اپنے حال کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا مستحب ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ کو بندے کے احوال کا علم ہوتا ہے' مگر اللہ تعالیٰ کو بندے کی عاجزی اور اس کے تذلل و مسکنت کا اظہار پسند ہے' جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: ﴿ رَبِّ اِنِّيۡ لِمَاۤ اَنۡزَلۡتَ اِلَىَّ مِنۡ خَيۡرٍ فَقِيۡرٌ ﴾ (القصص:٢٤/٢٨) ''اے میرے رب! جو بھلائی بھی تو مجھ پر نازل کرے' میں اس کا ضرورت مند ہوں۔''

- شرم و حیاء' خاص طور پر باعزت لوگوں میں' ایک قابل مدح صفت ہے۔

- حسن سلوک کا اچھا بدلہ دینا گزشتہ قوموں کا بھی وتیرہ رہا ہے۔

- بندہ جب کوئی کام اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے کرتا ہے اور بغیر کسی قصد و ارادے کے اس کو اس کام کا

اچھا بدلہ عطا ہو جاتا ہے تو وہ اس پر قابل ملامت نہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے 'صاحب مدین سے' اپنی نیکی کا بدلہ قبول کیا جو انہوں نے کسی عوض کے لئے کی تھی نہ وہ اپنے دل میں کسی عوض کے منتظر تھے۔

- اس قصہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ ملازم رکھنا مشروع ہے نیز بکریاں وغیرہ چرانے یا کسی ایسے ہی کام کی اجرت ادا کرنا جائز ہے جسے کرنے پر وہ خود قادر نہ ہو' البتہ اس کا دارومدار عرف عام پر ہے۔
- کسی کام کی اجرت میں کوئی منفعت حاصل کرنا جائز ہے خواہ یہ منفعت نکاح کی صورت ہی میں کیوں نہ ہو۔
- کسی ایسے شخص سے اپنی بیٹی کے رشتے کی درخواست کرنا جسے وہ پسند کرتا ہو تو یہ جائز ہے اس پر کوئی ملامت نہیں ہے۔
- بہترین نوکر اور مزدور وہ ہے جو طاقتور اور امانت دار ہو۔
- اپنے خادم اور نوکر سے حسن سلوک سے پیش آنا اور اس سے پُر مشقت کام نہ لینا مکارم اخلاق میں شمار ہوتا ہے۔ کیونکہ فرمایا: ﴿وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ (القصص:٢٨/٢٧) ”میں تمہیں مشقت میں نہیں ڈالنا چاہتا اور تم مجھے ان شاء اللہ نیک آدمی پاؤ گے۔“
- آیت کریمہ: ﴿وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ﴾ (القصص : ٢٨/٢٨) سے ثابت ہوتا ہے کہ بغیر کسی گواہی کے اجرت کا معاہدہ کرنا جائز ہے۔
- اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر واضح نشانات اور ظاہری معجزات جاری کئے' مثلاً عصا کا سانپ بن جانا' ہاتھ کا بغیر کسی عیب کے سفید ہو جانا اور اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو فرعون کی اذیتوں اور سمندر میں غرق ہونے سے بچانا۔
- انسان کے لئے بدترین سزا یہ ہے کہ وہ برائی میں لوگوں کا امام ہو اور یہ امامت آیات الٰہی اور روشن دلائل کی مخالفت کے مطابق ہوتی ہے جس طرح بہترین نعمت جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو سرفراز فرماتا ہے' یہ ہے کہ وہ اسے نیکی کے راستے میں امامت کے مرتبے پر فائز کرے اور اسے لوگوں کے لئے ہادی اور مہدی بنا دے۔
- ان آیات کریمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر واضح دلیل ہے کیونکہ حضرت رسول مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قصہ کو تفصیل کے ساتھ اصل واقعات کے عین مطابق بیان کیا جس کے ذریعے سے آپ نے رسولوں کی تصدیق اور حق مبین کی تائید کی' حالانکہ آپ ان واقعات کے وقت حاضر تھے نہ آپ نے ان مقامات میں سے کسی مقام کا مشاہدہ کیا تھا' آپ نے ان امور کے بارے میں کچھ پڑھا تھا نہ کسی سے درس لیا تھا اور نہ کسی اہل علم کی مجلس میں بیٹھے تھے یہ تو صرف رحمٰن و رحیم کی طرف سے رسالت اور وحی ہے جسے بے

پایاں احسان کے مالک' اللہ کریم نے نازل کیا تاکہ وہ اس کے ذریعے سے جاہل اور انبیاء و رسل سے غافل قوم کو اس کے برے انجام سے ڈرائے۔

اللہ تعالیٰ کے درود و سلام ہوں اس ہستی پر جس کی مجرد خبر ہی آگاہ کرتی ہے کہ بلاشبہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول ہے اور جس کے مجرد اوامر و نواہی عقلوں کو متنبہ کرتے ہیں کہ یہ احکام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں' کیونکر نہ ہوں جبکہ اولین و آخرین کی خبر' اس کی لائی ہوئی خبر اور وحی کی صحت و صداقت کی تائید و تصدیق کرتی ہے۔

وہ شریعت جو رسول اللہ ﷺ' اللہ رب العالمین سے لے کر مبعوث ہوئے ہیں' وہ اخلاق فاضلہ جو آپ کی جبلت میں رکھ دیے گئے' صرف اسی ہستی کے لائق اور اسی کے لئے مناسب ہیں جو اخلاق کے بلند ترین درجہ پر فائز ہو جس کے دین اور امت کو فتح مبین سے سرفراز کیا گیا ہو۔ یہاں تک کہ آپ کا دین اس مقام تک پہنچ گیا جہاں تک سورج طلوع ہوتا اور غروب ہوتا ہے۔ آپ کی امت نے بڑے بڑے شہروں کو شمشیر و سنان کے ذریعے سے اور لوگوں کے دلوں کو علم و ایمان کے ذریعے سے فتح کر لیا۔

تمام معاند قومیں اور شاہان کفار اسلام کے خلاف متحد رہے اس کی روشنی کو بجھانے اور روئے زمین سے اس کو نیست و نابود کرنے کے لئے سازشیں کرتے رہے مگر دین ظاہر اور غالب ہو کر رہا' دین بڑھتا ہی رہا اس کے دلائل و براہین ظاہر ہوتے رہے۔ ہر وقت دین کی ایسی نشانیاں ظاہر ہوتی رہی ہیں جو تمام جہانوں کے لئے عبرت' اہل علم کے لئے ہدایت اور فراست مندوں کے لئے روشنی اور بصیرت ہیں۔ والحمد لله وحده

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ یُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَ اِذَا یُتْلٰى عَلَیْهِمْ قَالُوْۤا

وہ لوگ کہ دی ہم نے انکو کتاب اس (قرآن) سے پہلے، وہ اس پر ایمان لاتے ہیں ○ اور جب تلاوت کیا جاتا ہے ان پر (قرآن) تو وہ کہتے ہیں،

اٰمَنَّا بِهٖۤ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِیْنَ ﴿۵۳﴾ اُولٰٓىِٕكَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ

ایمان لائے ہیں ہم اس پر، بیشک وہ حق ہے ہمارے رب کی طرف سے، بلاشبہ ہم تو تھے اس سے پہلے ہی مسلمان ○ یہ لوگ دیے جائینگے اپنا اجر

مَّرَّتَیْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَ یَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ﴿۵۴﴾

دوبار بوجہ اسکے کہ انہوں نے صبر کیا اور وہ دور کرتے ہیں بھلائی کیساتھ برائی کو اور اسمیں سے جو رزق دیا ہم نے انکو وہ خرچ کرتے ہیں ○

وَ اِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَ قَالُوْا لَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ٘ سَلٰمٌ

اور جب وہ سنتے ہیں لغو بات تو اعراض کرتے ہیں وہ اس سے اور کہتے ہیں، ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں، سلام ہو

عَلَیْكُمْ٘ لَا نَبْتَغِی الْجٰهِلِیْنَ ﴿۵۵﴾

تم پر نہیں چاہتے ہم جاہلوں کو ○

اللہ تبارک و تعالیٰ قرآن کی عظمت' صداقت اور حقانیت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ حقیقت کا علم رکھنے

والے اہل علم ہی اس کو پہچانتے‘ اس پر ایمان لاتے اور اس کی حقانیت کا اقرار کرتے ہیں‘ چنانچہ فرمایا: ﴿ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ ﴾ ’’جن لوگوں کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی تھی۔‘‘ اس سے مراد وہ اہل تورات اور اہل انجیل ہیں جنہوں نے اپنی کتابوں میں تغیر و تبدل نہیں کیا۔ ﴿ هُمْ بِهٖ ﴾ وہی اس قرآن اور قرآن کے لانے والے پر ﴿ یُؤْمِنُوْنَ ﴾ ’’ایمان رکھتے ہیں۔‘‘ ﴿ وَاِذَا یُتْلٰى عَلَیْهِمْ ﴾ ’’اور جب ان کے سامنے اس قرآن کو پڑھا جاتا ہے‘‘ تو اسے غور سے سنتے ہیں اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے ہیں۔ ﴿ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖۤ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَاۤ ﴾ ’’تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لے آئے بے شک وہ ہمارے رب کی طرف سے برحق ہے۔‘‘ کیونکہ یہ ان کتابوں کے موافق ہے جنہیں انبیاء و رسل لے کر مبعوث ہوئے ہیں اور ان کتابوں میں جو کچھ مذکور ہے اس کے عین مطابق ہے‘ سچی خبروں اور حکمت پر مبنی اوامر و نواہی پر مشتمل ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی شہادت مفید اور ان کا قول نفع مند ہے۔ وہ جو کچھ بھی کہتے ہیں‘ علم و بصیرت کی بنیاد پر کہتے ہیں کیونکہ وہ اہل خبر اور اہل کتاب ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر لوگوں کا قرآن کو رد کرنا اور اس کی مخالفت کرنا ان کے لئے حجت ہونا تو کجا‘ وہ کسی شبہ پر بھی دلالت نہیں کرتا کیونکہ وہ لوگ جاہل یا حق کے بارے میں معاند متجاہل ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖۤ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖۤ اِذَا یُتْلٰى عَلَیْهِمْ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ﴾ (بنی اسرائیل:۱۷/۱۰۷) ’’کہہ دیجیے کہ تم اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ‘ جن لوگوں کو اس سے پہلے علم دیا گیا ہے جب ان کے سامنے اسے پڑھا جاتا ہے تو وہ منہ کے بل سجدوں میں گر جاتے ہیں۔‘‘

اور ان کا قول ہے: ﴿ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِیْنَ ﴾ ’’ہم تو اس کے پہلے سے مطیع ہیں۔‘‘ اسی لئے جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایمان اور اسلام سے سرفراز فرمایا تو ہم اس پر ثابت قدم رہے‘ ہم نے اس قرآن کی تصدیق کی اور ہم پہلی اور آخری کتاب پر ایمان لائے‘ ہمارے علاوہ دیگر لوگ جب اس کتاب کی تکذیب کرتے ہیں تو ان کی یہ تکذیب پہلی کتاب پر ایمان کے متناقض ہے۔

﴿ اُولٰٓئِكَ ﴾ ’’یہی لوگ۔‘‘ یعنی جو دونوں کتابوں پر ایمان لائے۔ ﴿ یُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَیْنِ ﴾ ’’ان کو دوبارا اجر عطا کیا جائے گا‘‘ ایک اجر پہلی کتاب پر ایمان لانے پر اور ایک اجر دوسری کتاب پر ایمان لانے پر ﴿ بِمَا صَبَرُوْا ﴾ اس کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے اپنے ایمان پر صبر کیا اور عمل پر ثابت قدم رہے کوئی شبہ ان کے ایمان کو متزلزل کر سکا نہ کوئی ریاست و شہوت ان کو اپنے ایمان سے ہٹا سکی ﴿ وَ ﴾ ’’اور‘‘ وہ اپنے بہترین خصائل‘ جو ان کے ایمان صحیح کے آثار ہیں‘ کے ذریعے سے بے شک وہ ﴿ یَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ ﴾ ’’برائی کو بھلائی کے ساتھ دفع کرتے ہیں۔‘‘ یعنی ہر ایک کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا ان کی عادت اور طریقہ ہے۔ یہاں تک کہ جو کوئی قول و فعل کے ذریعے سے ان کے ساتھ برا سلوک کرتا ہے تو یہ اچھی بات اور اچھے فعل کے ذریعے سے ان کا مقابلہ کرتے

ہیں کیونکہ انہیں اس خلق عظیم کی فضیلت کا اچھی طرح علم ہے اور انہیں یہ بھی علم ہے کہ اس خلق عظیم کی توفیق کسی خوش قسمت ہی کو حاصل ہوتی ہے۔

﴿ وَ اِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ ﴾ ''اور جب وہ کوئی فضول بات سنتے ہیں'' کسی جاہل شخص سے جو ان سے لغو گفتگو کرتا ہے ﴿ قَالُوْا ﴾ تو وہ رحمان کے عقلمند بندوں کی مانند ان سے کہتے ہیں: ﴿ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ﴾ ''ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال۔'' یعنی ہر شخص کو اسی اکیلے کے عمل کی جزا دی جائے گی اس پر کسی دوسرے کے عمل کا بوجھ نہیں ہوگا۔ اس سے لازم آتا ہے کہ وہ جہلاء کے لغو اور باطل کاموں اور بے فائدہ کلام سے بچے ہوئے ہیں۔ ﴿ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ ﴾ ''سلامتی ہو تم پر'' یعنی تم لوگ ہم سے بھلائی کے سوا کچھ نہیں سنو گے اور نہ ہم تم سے تمہاری جہالت کے تقاضے کے مطابق مخاطب ہوں گے۔ کیونکہ تم اگرچہ اپنے لئے اس کمینگی پر راضی ہو مگر ہم اپنے آپ کو اس کمینے رویے سے پاک رکھتے ہیں اور اس میں ملوث ہونے سے بچتے ہیں۔

﴿ لَا نَبْتَغِی الْجٰهِلِیْنَ ﴾ ''ہم (کسی معاملے) میں جاہلوں سے نہیں الجھتے۔''

اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ۚ

بلاشبہ آپ نہیں ہدایت دے سکتے جس کو آپ چاہیں، لیکن اللہ ہدایت دیتا ہے جس کو وہ چاہتا ہے،

وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ ﴿۵۶﴾

اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت پانے والوں کو ○

اللہ تبارک و تعالیٰ رسول مصطفیٰ ﷺ کو آگاہ کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ آپ...... اور آپ کے علاوہ لوگ بدرجہ اولیٰ...... کسی کو ہدایت دینے کا کوئی اختیار نہیں رکھتے خواہ وہ آپ کو کتنا ہی زیادہ محبوب کیوں نہ ہو‘ کیونکہ یہ ایسا معاملہ ہے جو مخلوق کے اختیار میں نہیں۔ ہدایت کی توفیق اور قلب میں ایمان جاگزیں کرنا اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہتا ہے ہدایت سے سرفراز کرتا ہے اور وہ خوب جانتا ہے کہ کون ہدایت کا اہل ہے پس اسے ہدایت عطا کر دیتا ہے اور کون ہدایت عطا کئے جانے کا اہل نہیں پس اسے اس کی گمراہی میں سرگرداں چھوڑ دیتا ہے۔

رہا اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿ وَاِنَّكَ لَتَهْدِیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴾ (الشوریٰ: ۵۲/۴۲) ''اور بلاشبہ آپ صراط مستقیم کی طرف راہنمائی کر رہے ہیں'' میں رسول اللہ ﷺ کے لئے ہدایت کا اثبات‘ تو یہ ہدایت بیان و ارشاد ہے۔ رسول اللہ ﷺ صراط مستقیم کو واضح کرتے ہیں لوگوں کو اس پر چلنے کی ترغیب دیتے ہیں اور لوگوں کو اس پر گامزن کرنے کی بھرپور جدوجہد کرتے ہیں۔ رہی یہ بات کہ آیا آپ دلوں میں ایمان پیدا کرنے پر قادر ہیں اور فعل کی توفیق عطا کر سکتے ہیں...... تو حاشا وکلا! ایسا ہرگز نہیں...... لہٰذا اگر آپ اس پر قادر ہوتے تو آپ اس شخص کو ضرور ہدایت سے سرفراز فرماتے جس نے آپ پر احسان فرمایا تھا‘ جس نے آپ کو اپنی قوم سے

بچایا اور آپ کی مدد کی...... یعنی آپ کا چچا ابو طالب ...... مگر آپ نے ابو طالب کو دین کی دعوت دی اور کامل خیر خواہی کے ساتھ اس پر احسان کیا اور یہ اس احسان سے بہت زیادہ ہے جو آپ کے چچا نے آپ کے ساتھ کیا مگر حقیقت یہ ہے کہ ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

وَقَالُوٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا ؕ اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا

اور وہ کہتے ہیں، اگر ہم نے پیروی کی ہدایت کی تیرے ساتھ تو ہم اچک لئے جائینگے اپنی زمین سے (اللہ نے فرمایا) کیا نہیں جگہ دی ہم نے انہیں حرم میں

اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾

جو امن والا ہے؟ لائے جاتے ہیں (ہر جانب سے) اسکی طرف پھل ہر چیز (قسم) کے بطور رزق کے ہماری طرف سے لیکن اکثر انکے نہیں جانتے ○

وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۢ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ

اور کتنی ہی ہلاک کر دیں ہم نے بستیاں جو اتراتی تھیں اپنی (عمدہ) گزران پر پس یہ (اجڑے پڑے) ہیں انکے گھر نہیں آباد کیے گئے انکے بعد

اِلَّا قَلِيْلًا ؕ وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۵۸﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ

مگر تھوڑے ہی، اور تھے ہم ہی وارث ○ اور نہیں ہے آپ کا رب ہلاک کرنے والا بستیوں کو یہاں تک کہ وہ بھیجتا ہے

فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى

ان میں سے بڑی بستی میں کوئی رسول، وہ تلاوت کرتا ہے ان پر ہماری آیتیں اور نہیں ہم ہلاک کرنے والے بستیوں کو

اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۹﴾

مگر جب کہ ہوں ان کے باشندے ظالم ○

اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ قریش میں سے اہل تکذیب اور دیگر اہل مکہ رسول اللہ ﷺ سے کہا کرتے تھے: ﴿اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا﴾ ''اگر ہم تمہارے ساتھ ہدایت کی پیروی کریں تو ہم اپنے ملک سے اچک لیے جائیں۔'' یعنی ہمیں قتل کر کے، قیدی بنا کر اور ہمارا مال ومتاع لوٹ کر زمین سے اچک لیا جائے گا کیونکہ لوگ آپ سے عداوت رکھتے ہیں اور آپ کی مخالفت کرتے ہیں لہذا اگر ہم نے آپ کی اتباع کی تو ہمیں تمام لوگوں کی دشمنی کا سامنا کرنا پڑے گا اور ہم لوگوں کی دشمنی مول نہیں لے سکتے۔ ان کا یہ کلام اللہ تعالیٰ کے بارے میں ان کے سوءظن پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کو فتح ونصرت سے نوازے گا نہ اپنے کلمہ کو بلند کرے گا' بلکہ اس کے برعکس وہ لوگوں کو اپنے دین کے حاملین پر غالب کرے گا جو انہیں بدترین عذاب میں مبتلا کریں گے اور وہ سمجھتے تھے کہ باطل حق پر غالب آ جائے گا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی حالت بیان کرتے اور لوگوں کی بجائے ان کے اختصاص کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا﴾ ''کیا ہم نے پرامن حرم

کو ان کا جائے قیام نہیں بنایا جہاں ہماری طرف سے رزق کے طور پر ہر طرح کے پھل کھچے چلے آتے ہیں؟'' یعنی کیا ہم نے انہیں حرم میں اصحاب اختیار نہیں بنایا جہاں نہایت کثرت سے لوگ پے در پے آتے ہیں اور زائرین اس کی زیارت کا قصد کرتے ہیں۔ قریب والے اور بعید والے سب لوگ اس کا احترام کرتے ہیں۔ حرم کے رہنے والوں کو خوف زدہ نہیں کیا جاتا اور لوگ انہیں کم یا زیادہ کوئی نقصان نہیں پہنچاتے۔ حالانکہ ان کے اردگرد ہر جگہ خوف میں گھری ہوئی ہے اور وہاں کے رہنے والے محفوظ ہیں نہ مامون۔ اس لئے انہیں اپنے رب کی حمد و ثنا بیان کرنی چاہیے کہ اس نے انہیں کامل امن سے نوازا جو دوسروں کو میسر نہیں' انہیں اس رزق کثیر پر اپنے رب کا شکر ادا کرنا چاہیے جو ہر طرف سے پھلوں' کھانوں اور دیگر ساز و سامان کی صورت میں ان کے پاس پہنچتا ہے جس سے یہ متمتع ہوتے ہیں اور انہیں فراخی اور کشادگی حاصل ہوتی ہے۔ انہیں چاہیے کہ وہ اس رسول کریم ﷺ کی اتباع کریں تاکہ انہیں امن تام اور فراخی سے نوازا جائے۔

وہ رسول اللہ ﷺ کی تکذیب اور اللہ تعالیٰ کی نعمت پر اترانے سے بچیں ورنہ ان کا امن خوف سے' ان کی عزت ذلت سے اور ان کی دولت مندی فقر سے بدل جائے گی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے گزشتہ قوموں کو ان کی بداعمالیوں کی جو سزا دی ہے ان کو بھی اس سزا سے ڈرایا ہے چنانچہ فرمایا: ﴿وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۢ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا﴾ ''اور کتنی ہی بستیوں کو ہم نے تباہ و برباد کر دیا جو اپنی معیشت پر اترایا کرتی تھیں'' یعنی یہ بستیاں اپنی معیشت پر فخر کرتی تھیں اور غفلت میں مبتلا تھیں اور ان کے رہائشی اللہ تعالیٰ کے رسول پر ایمان لانے کی بجائے اپنی خوشحالی میں مشغول رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر ڈالا' ان سے نعمت چھین لی اور ان پر عذاب نازل کیا ﴿فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ یعنی ان پر لگاتار ہلاکت نازل ہونے' ان کے جان و مال کے تلف ہونے اور ان کے بعد ان کی بستیوں کے اجڑ جانے کے بعد وہ کبھی آباد نہ ہوئیں۔ ﴿وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ﴾ ''اور ہم ہی ان کے وارث ہوئے۔'' یعنی ہم بندوں کے وارث ہیں' ہم انہیں موت دیں گے اور وہ تمام نعمتیں ہماری طرف لوٹ آئیں گی جو ہم نے ان کو عطا کی تھیں پھر ہم ان کو واپس اپنی طرف لوٹائیں گے اور ان کو ان کے اعمال کی جزا و سزا دیں گے۔

یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی حکمت اور رحمت ہے کہ وہ قوموں پر ان کے مجرد کفر کی بنا پر' ان پر حجت قائم کرنے اور ان کی طرف رسول مبعوث کرنے سے قبل' عذاب نازل نہیں کرتا۔ بنابریں فرمایا: ﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى﴾ ''اور تمہارا رب بستیوں کو ہلاک نہیں کیا کرتا۔'' یعنی ان کے کفر اور ظلم کی بنا پر ﴿حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا﴾ ''جب تک ان کے بڑے شہر میں نہ بھیج لے۔'' یعنی اس بستی اور شہر میں' جہاں سے وہ گزرتے ہیں' جہاں وہ آتے جاتے رہتے ہیں' ان بستیوں کے اردگرد پھرتے رہتے ہیں اور ان سے ان کی خبریں اور واقعات مخفی نہیں رہتے ہیں۔

﴿رَسُولًا يَّتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا﴾ ''رسول جو ان پر ہماری آیتیں پڑھتا۔'' جو اس وحی کی صحت پر دلالت کرتیں جسے رسول لے کر آیا اور اس کی دعوت کی تصدیق کرتی تھیں اور اللہ کا رسول ان کے قریب اور دور سب کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتا تھا۔ اس کے برعکس دور دراز بستیوں اور زمین کے دور دراز گوشوں میں' رسولوں کا مبعوث ہونا ان پر مخفی رہ سکتا ہے۔ مگر بڑے بڑے شہروں میں ان اخبار و واقعات کا شائع ہونا زیادہ یقینی ہے اور غالب حالات میں شہروں کے باشندوں میں دوسروں کی نسبت جفا کم ہوتی ہے۔

﴿وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ﴾ ''اور ہم بستیوں کو ہلاک نہیں کیا کرتے مگر اسی وقت جب کہ وہاں کے باشندے ظالم ہوں۔'' یعنی انہوں نے کفر اور معاصی کا ارتکاب کر کے ظلم کیا اور سزا کے مستحق ٹھہرے۔ حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو اس کے ظلم کی بنا پر اور اس پر حجت قائم کرنے کے بعد ہی عذاب دیتا ہے۔

وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۭ

اور جو کچھ بھی دیئے گئے ہو تم کوئی چیز تو وہ سامان ہے زندگانی دنیا کا اور اسکی زینت اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بہت بہتر اور دیرپا ہے،

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۧ ⦗٦٠⦘ اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ

کیا پس نہیں عقل رکھتے تم؟ ○ کیا پس وہ شخص کہ وعدہ کیا ہم نے اس سے وعدہ اچھا، پھر وہ ملنے والا ہے اس کو، اس شخص جیسا ہے کہ فائدہ دیا ہم نے اسے

مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ⦗٦١⦘

(کچھ) فائدہ زندگانی دنیا کا، پھر وہ دن قیامت کے، حاضر کردہ لوگوں میں سے ہو گا ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندوں کو دنیا میں زہد کی ترغیب دی ہے نیز انہیں خبردار کیا ہے کہ وہ دنیا کے دھوکے میں نہ آئیں اور یہ کہ وہ آخرت میں رغبت رکھیں' نیز اس نے آخرت کو بندے کا مطلوب و مقصود قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو خبردار کیا ہے کہ وہ سب کچھ' جو مخلوق کو عطا کیا گیا ہے' مثلاً سونا چاندی' حیوانات' مال و متاع' عورتیں' بیٹے' ماکولات' مشروبات اور لذات صرف دنیا کی متاع اور اس کی زینت ہیں۔ بندہ جن سے بہت تھوڑے وقت کے لئے متمتع ہوتا ہے وہ بہت ہی تھوڑی سی متاع ہے جو تکدر سے گھری ہوئی اور غم واندوہ سے لبریز ہے۔ بندہ نہایت قلیل مدت کے لئے فخر و ریا کے طور پر اس دنیا سے اپنے آپ کو آراستہ کرتا ہے پھر جلد ہی یہ دنیا زائل اور تمام کی تمام ختم ہو جاتی ہے اور اس دنیا سے محبت کرنے والا حسرت' ندامت' ناکامی اور حرماں نصیبی کے سوا اس دنیا سے کچھ حاصل نہیں کر پاتا۔

﴿وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ''اور جو اللہ کے پاس ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے پاس ہمیشہ رہنے والی نعمتیں اور ہر قسم کے تکدر سے محفوظ زندگی ﴿خَيْرٌ وَّاَبْقٰى﴾ اپنے اوصاف اور کمیت کے اعتبار سے بہتر ہے وہ زندگی دائمی' سرمدی اور ابدی ہے۔ ﴿اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ کیا تم لوگوں میں عقل نہیں جس کے ذریعے سے تم دونوں امور کے مابین موازنہ کر

سکو کہ کون سی زندگی ترجیح دیے جانے کی مستحق ہے اور کون سی زندگی اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ اس کے لئے بھاگ دوڑ کی جائے۔ یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ بندہ اپنی عقل کے مطابق، آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتا ہے اور اگر کوئی آخرت پر دنیا کو ترجیح دیتا ہے تو اس کا باعث اس کی کم عقلی ہے۔

بنابریں اللہ تعالیٰ نے انسانی عقلوں کو اس طرف توجہ دلائی ہے کہ وہ دنیا کو ترجیح دینے والوں کے انجام اور آخرت کو ترجیح دینے والوں کے انجام کے مابین موازنہ کریں، چنانچہ فرمایا: ﴿ اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ ﴾ ”بھلا جسے ہم نے کوئی اچھا وعدہ دیا ہو اور وہ اسے پانے والا ہو“ کیا وہ مومن جو آخرت کے لئے کوشاں ہے، اپنے رب کے وعدۂ ثواب یعنی جنت کے لئے عمل پیرا ہے جس میں بڑی بڑی نعمتیں عطا ہوں گی اور بلاشبہ یہ وعدہ ضرور پورا ہوگا کیونکہ یہ ایک کریم ہستی کی طرف سے کیا گیا وعدہ ہے جس کا وعدہ سچا ہوتا ہے، وہ اپنے اس بندے سے کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتی جو اس کی رضا پر چلتا ہے اور اس کو ناراض کرنے والے امور سے اجتناب کرتا ہے۔ ﴿ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ﴾ ”اس شخص کی مانند ہو سکتا ہے جسے ہم نے دنیاوی زندگی کے سروسامان سے نوازا ہو“ جو اس دنیا کو حاصل کرتا ہے وہ کھاتا پیتا اور اس سے یوں متمتع ہوتا ہے جیسے جانور متمتع ہوتے ہیں؟ یہ شخص اپنی آخرت سے غافل ہو کر اپنی دنیا میں مشغول ہے اس نے ہدایت الٰہی کی کوئی پروا کی نہ انبیاء و مرسلین کی اطاعت کی۔ یہ اپنے اسی رویے پر جما ہوا ہے۔ اس دنیا سے اس نے جو کچھ زادراہ سمیٹا ہے وہ ہلاکت اور خسارے کے سوا کچھ نہیں۔ ﴿ ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴾ ”پھر قیامت کے دن وہ ان لوگوں میں ہوگا جو حاضر کیے جائیں گے“ یعنی پھر حساب کتاب کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیا جائے گا۔ اسے معلوم ہے کہ اس کے دامن میں کوئی بھلائی نہیں، اس کے پاس جو کچھ ہے وہ سب اس کے لئے نقصان دہ ہے...... کیا تم جانتے ہو اس کا کیا انجام ہوگا؟ اور اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا...... عقل مند شخص کو وہی چیز اختیار کرنی چاہیے جو اختیار کیے جانے کی مستحق ہے اور اسی چیز کو ترجیح دینا چاہیے جو ترجیح دیے جانے کے قابل ہے۔

وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۶۲﴾ قَالَ الَّذِيْنَ

اور جس دن ندا دیگا انہیں (اللہ)، پھر وہ کہے گا (ان سے)، کہاں ہیں میرے شریک وہ جنکو تھے تم (شریک) گمان کرتے؟ ○ کہیں گے وہ لوگ

حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا ۚ اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۚ

کہ ثابت ہو چکا ان پر قول (عذاب) کا، اے ہمارے رب! یہی ہیں وہ لوگ جنہیں گمراہ کیا تھا ہم نے، ہم نے گمراہ کیا تھا انہیں جس طرح ہم گمراہ ہوئے تھے

تَبَرَّاْنَآ اِلَيْكَ ؗ مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَقِيْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ

ہم بیزاری ظاہر کرتے ہیں تیرے سامنے (ان سے) نہیں تھے وہ خاص ہماری ہی عبادت کرتے ○ اور کہا جائے گا، بلاؤ تم اپنے شریکوں کو پس وہ پکاریں گے انکو

فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَرَاَوُا الْعَذَابَ ۚ لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ ﴿٦٤﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ

تو وہ نہیں جواب دینگے انہیں، اور وہ (سب) دیکھ لینگے عذاب کاش کہ! بیشک ہوتے وہ ہدایت پر چلتے○ اور (یاد کرو!) جس دن پکاریگا انکو (اللہ)،

فَيَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٦٥﴾ فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْۢبَآءُ

پھر وہ کہے گا، کیا جواب دیا تھا تم نے رسولوں کو؟○ پس اندھی ہو جائیں گی ان پر خبریں

يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿٦٦﴾

اس دن! پس وہ نہیں کریں گے ایک دوسرے سے سوال بھی○

اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ وہ قیامت کے روز خلائق سے چند سوال کرے گا۔

① اصولی چیزوں کے بارے میں سوال کرے گا۔

② اللہ تعالیٰ ان سے اپنی عبادت کے بارے میں سوال کرے گا۔

③ اور انہوں نے اس کے رسولوں کو کیا جواب دیا اس بارے میں سوال کرے گا۔

چنانچہ فرمایا: ﴿ يَوْمَ يُنَادِيْهِمْ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ ان مشرکین کو پکار کر کہے گا جنہوں نے اس کے شریک بنائے' وہ ان کی عبادت کرتے رہے' جلب منفعت اور دفع ضرر میں ان پر امیدیں رکھتے رہے۔ اللہ تعالیٰ مخلوقات کے سامنے انہیں اس لئے پکار کر کہے گا تا کہ ان کے سامنے ان کے معبودوں کی بے بسی اور خود ان کی گمراہی ظاہر ہو جائے۔ ﴿ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ ﴾ ''پس وہ (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا کہ میرے وہ شریک کہاں ہیں؟'' حالانکہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں اللہ تعالیٰ کی یہ ندا ان کے زعم اور ان کی بہتان طرازی پر طنز کے طور پر ہوگی' اس لیے فرمایا: ﴿ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴾ ''جن کا تمہیں دعویٰ تھا۔'' تمہارے مزعومہ معبود اپنی ذات کے ساتھ کہاں ہیں اور کہاں ہے ان کی نفع دینے اور نقصان دینے کی طاقت؟

اور یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ اس وقت ان کے سامنے یہ بات اچھی طرح عیاں ہو جائے گی کہ جن خودساختہ معبودوں کی وہ عبادت کرتے رہے ہیں جن پر ان کو بہت امیدیں اور توقعات تھیں' سب باطل اور کمزور تھے اور وہ امیدیں بھی بے ثمر تھیں جو انہوں نے ان معبودوں سے وابستہ کر رکھی تھیں وہ اپنے بارے میں ضلالت اور بے راہ روی کا اعتراف کریں گے۔ بنابریں ﴿ قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ ﴾ ''وہ لوگ جن پر عذاب کی بات واجب ہو جائے گی کہیں گے'' کفر و شر میں ان کی قیادت کرنے والے سردار اپنے پیروکاروں کو گمراہ کرنے کا اقرار کرتے ہوئے کہیں گے ﴿ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ ﴾ ''اے ہمارے رب یہی'' وہ پیروکار ہیں ﴿ الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ﴾ ''جن کو ہم نے بدراہ کیا' ہم نے ان کو اسی طرح بدراہ کیا جس طرح ہم خود بدراہ ہوئے۔'' یعنی گمراہی اور بدراہی میں ہم میں سے ہر ایک شریک ہے اور اس پر عذاب واجب ہو گیا۔ وہ کہیں گے: ﴿ تَبَرَّاْنَآ

﴿إِلَيْكَ﴾ یعنی ہم ان کی عبادت سے بری الذمہ ہیں ہم ان سے اور ان کے عمل سے براءت کا اظہار کرتے ہیں۔ ﴿مَا كَانُوٓا إِيَّانَا يَعْبُدُونَ﴾ ''یہ ہمیں نہیں پوجتے تھے۔'' یہ لوگ تو شیاطین کی عبادت کیا کرتے تھے۔

﴿وَقِيلَ﴾ ''کہا جائے گا'' ان سے ﴿ادْعُوا شُرَكَآءَكُمْ﴾ ''اپنے ان معبودوں کو بلالو'' جن سے تمہیں کوئی نفع پہنچنے کی امید تھی چنانچہ مصیبت کی ایسی گھڑی میں ان کو اپنے مزعومہ معبودوں کو بلانے کا حکم دیا جائے گا جس میں عابد اپنے معبود کو پکارنے پر مجبور ہوتا ہے۔ ﴿فَدَعَوْهُمْ﴾ ''پس وہ ان کو پکاریں گے'' تاکہ وہ ان کو کوئی فائدہ پہنچائیں یا ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچائیں ﴿فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ﴾ ''مگر وہ ان کو کوئی جواب نہ دیں گے'' تب کفار کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ جھوٹے اور سزا کے مستحق ہیں۔ ﴿وَرَاَوُا الْعَذَابَ﴾ ''اور وہ اس عذاب کو دیکھیں گے'' جو ان کے آنکھوں دیکھتے نازل ہوگا جس کو وہ جھٹلایا اور اس کا انکار کیا کرتے تھے۔ ﴿لَوْ أَنَّهُمْ كَانُوا يَهْتَدُونَ﴾ ''کاش وہ ہدایت یاب ہوتے۔'' تو ان کو اس عذاب کا سامنا نہ کرنا پڑتا اور انہیں جنت کے راستے کی طرف راہنمائی حاصل ہوتی' جیسے انہیں دنیا میں راہنمائی حاصل ہوئی تھی مگر اس کے برعکس وہ دنیا میں راہ راست پر گامزن نہ ہوئے' اس لیے آخرت میں انہیں جنت کا راستہ نہیں ملا۔

﴿وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ مَاذَآ أَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِينَ﴾ ''اور جس روز اللہ ان کو پکارے گا اور کہے گا کہ تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا تھا؟'' یعنی آیا تم نے ان کی تصدیق کرکے ان کی اتباع کی یا تم نے ان کی تکذیب کرکے ان کی مخالفت کا راستہ اختیار کیا؟ ﴿فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْأَنْبَآءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُونَ﴾ یعنی انہیں اس سوال کا جواب بن نہیں پڑے گا اور نہ انہیں صواب کا راستہ ہی ملے گا اور یہ بھی اچھی طرح معلوم ہے کہ اس مقام پر صریح اور صحیح جواب دیے بغیر ان کی جان نہیں چھوٹے گی۔ یعنی اپنے احوال کے مطابق انہیں بتانا پڑے گا کہ انہوں نے ایمان اور اطاعت کے ساتھ رسولوں کی آواز پر لبیک کہی تھی' مگر جب انہیں اپنے رسولوں کو جھٹلانے کے رویے' ان کے ساتھ اپنے عناد اور ان کے احکام کی مخالفت کے بارے میں معلوم ہوگا تو وہ کچھ نہیں بولیں گے اور نہ ایک دوسرے سے پوچھ سکیں گے کہ کیا جواب دیں خواہ جواب جھوٹا ہی کیوں نہ ہو۔

فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ ﴿٦٧﴾

پس لیکن جس شخص نے توبہ کی اور وہ ایمان لایا اور اس نے عمل کیا نیک تو امید ہے یہ کہ ہوگا وہ فلاح پانے والوں میں سے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ مخلوق سے ان کے معبود اور ان کے رسولوں کے بارے میں اپنے سوال کا ذکر کرنے کے بعد اس طریق کا ذکر کرتا ہے جس کے ذریعے سے بندہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ سکتا ہے۔ بے شک صرف وہی شخص نجات حاصل کر سکتا ہے جو شرک اور معاصی سے توبہ کرتا ہے' اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے' اس کی عبادت کرتا ہے' اس کے رسولوں پر ایمان لاتا ہے' ان کی تصدیق کرتا ہے' نیک عمل کرتا ہے اور اپنے اعمال میں رسولوں کی اتباع کرتا ہے۔

﴿فَعَسٰٓى أَنْ يَّكُونَ﴾ ''پس امید ہے کہ وہ ہوں'' یعنی وہ لوگ جن میں یہ تمام خصائل جمع ہیں۔ ﴿مِنَ

﴿الْمُفْلِحِيْنَ﴾ ”کامیاب ہونے والوں میں سے۔“ اپنا مطلوب و مقصود حاصل کرنے اور خوف سے نجات پانے میں کامیاب ہونے والے۔ پس متذکرہ بالا امور کے بغیر فلاح کا کوئی راستہ نہیں۔

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ؕ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى

اور آپکا رب پیدا کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے اور (جو) وہ پسند کرتا ہے، نہیں ہے ان (لوگوں) کیلئے کوئی اختیار، پاک ہے اللہ اور وہ برتر ہے

عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٨﴾ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿٦٩﴾ وَهُوَ اللّٰهُ

ان سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں ○ اور آپکا رب جانتا ہے جو کچھ چھپاتے ہیں سینے انکے اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں ○ اور وہی ہے اللہ،

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْحَمْدُ فِى الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ؗ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٧٠﴾

نہیں کوئی اور الٰہ مگر وہی، اسی کیلئے ہے تمام حمد دنیا اور آخرت میں، اور اسی کا ہے حکم، اور اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے تم (سب) ○

اللہ تبارک و تعالیٰ ذکر فرماتا ہے کہ اس نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا پھر ان میں اپنی مشیت نافذ کی اور وہ اپنے اختیار میں متفرد ہے۔ وہ اشخاص، اوامر، ازمان اور اماکن میں سے جو چاہتا ہے چن کر مختص کر لیتا ہے کسی کو اس معاملے میں کوئی اختیار نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام شریکوں، مددگاروں، اولاد اور بیوی وغیرہ سے منزہ اور مبرا ہے جنہیں یہ مشرکین اس کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام امور کو خوب جانتا ہے جنہیں یہ اپنے سینوں میں چھپاتے ہیں اور جنہیں یہ ظاہر کرتے ہیں۔ وہ اکیلا ہی دنیا و آخرت میں اپنی صفات جمال و کمال اور اپنی مخلوق پر احسان و اکرام کی بنا پر مستحق عبادت اور لائق ستائش ہے۔ وہی دنیا و آخرت میں فیصلے کرنے والا ہے، دنیا میں اپنے حکم کونی و قدری کے مطابق فیصلے کرتا ہے جو تمام مخلوق میں جاری و ساری ہیں اور وہ اپنے حکم دینی کے مطابق فیصلے کرتا ہے جس سے تمام شرائع اوامر و نواہی وجود میں آتے ہیں۔ وہ آخرت میں بھی اپنے حکم قدری و جزائی کے مطابق فیصلے کرے گا اس لئے فرمایا: **﴿وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾** ”اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔“ تب وہ تم میں سے ہر ایک کو اس کے اچھے اور برے عمل کی جزا دے گا۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ

کہہ دیجیے، بتلاؤ تو سہی! اگر کر دے اللہ تم پر رات ہمیشہ کے لیے قیامت کے دن تک، تو کون الٰہ ہے

غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ﴿٧١﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ

سوائے اللہ کے جو لے آئے تمہارے پاس روشنی؟ کیا پس نہیں سنتے تم؟ ○ کہہ دیجیے، بتلاؤ تو سہی! اگر کر دے اللہ تم پر

النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ

دن ہمیشہ کے لئے قیامت کے دن تک تو کون الٰہ ہے سوائے اللہ کے جو لے آئے تمہارے پاس رات کہ تم آرام کرو

فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿٧٢﴾ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا

اس میں؟ کیا پس نہیں دیکھتے تم؟ ○ اور اپنی رحمت ہی سے اس (اللہ) نے بنایا تمہارے لئے رات اور دن کو تاکہ تم آرام کرو

فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿٧٣﴾

اس (رات) میں اور تا کہ تلاش کرو تم (دن میں) فضل اس کا اور تا کہ تم شکر کرو ○

یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے بندوں پر احسان ہے۔ وہ ان کو اس احسان پر شکر ادا کرنے، اس کی عبودیت اور حق کو قائم کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ بے شک اس نے اپنی بے پایاں رحمت کی وجہ سے ان کے لئے دن بنایا تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کریں اور دن کی روشنی میں اپنے رزق اور معیشت کی طلب میں زمین میں پھیل جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے رات پیدا کی تا کہ وہ اس میں سکون پائیں ان کے بدن، دن بھر کی تگ ودو کے بعد آرام کر کے تھکاوٹ کو دور کریں۔ یہ بندوں پر اس کا فضل وکرم اور اس کی رحمت ہے...... کیا مخلوق میں سے کوئی ایسی ہستی ہے جو ایسا کرنے پر قادر ہو؟ ﴿اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ﴾ ”اگر اللہ تم پر قیامت کے دن تک ہمیشہ رات ہی طاری کر دے تو اللہ کے سوا کوئی الہ ہے جو تمہیں روشنی لا دیتا کیا تم سنتے نہیں؟“ اللہ کی نصیحتوں اور آیتوں کو سمجھنے اور قبول کرنے کی غرض سے؟ اور ﴿اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ﴾ ”اگر اللہ تم پر قیامت کے دن تک ہمیشہ دن ہی طاری کر دے تو اللہ کے سوا کوئی الہ ہے جو تمہارے لیے رات لے آتا جس میں تم آرام کر سکتے؟ کیا تم دیکھتے نہیں“ عبرت کے مواقع اور آیات الٰہی کے جگہیں تا کہ تمہاری بصیرت روشن رہے اور تم صراط مستقیم پر گامزن رہو۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے رات کی آیت مبارکہ میں فرمایا: ﴿اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ﴾ ”کیا تم سنتے نہیں؟“ اور دن کی آیت مبارکہ میں فرمایا: ﴿اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ﴾ ”کیا تم دیکھتے نہیں؟“ اس کی وجہ یہ ہے کہ رات کے وقت سماعت کا حاسہ بصارت کے حاسہ کی نسبت زیادہ قوی ہوتا ہے اور دن کے وقت بصارت کا حاسہ زیادہ قوی ہوتا ہے۔ ان آیات کریمہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بندے کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں غور وفکر کرے، ان میں بصیرت حاصل کرے اور ان کے وجود اور عدم وجود کے مابین موازنہ کرے۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے وجود اور ان کے عدم وجود کے مابین موازنہ کرے گا تو اس کی عقل کو اللہ تعالیٰ کے احسان وعنایت پر تَنَبُّہ حاصل ہو گا۔ اس کے برعکس جو کوئی عادت کی پیروی کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ یہ ایسا معاملہ ہے جو ہمیشہ سے اسی طرح چلا آ رہا ہے اور اسی طرح چلتا رہے گا اور اس کا دل اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اس کی حمد وثنا سے خالی اور اس حقیقت کی رؤیت سے بے بہرہ ہے کہ وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے...... تو وہ ایسا شخص ہے جس کے دل میں کبھی شکر اور ذکر کا خیال پیدا نہیں ہوتا۔

وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿٧٤﴾ وَنَزَعْنَا

اور جس دن ندا دے گا انہیں اللہ، پھر وہ کہے گا، کہاں ہیں میرے شریک وہ جنکو تھے تم (شریک) گمان کرتے؟ ○ اور ہم نکالیں گے

مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوْٓا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَضَلَّ

ہرامت میں سے ایک گواہ پھر کہیں گے ہم، لاؤ تم اپنی دلیل، پس جان لیں گے وہ کہ بلاشبہ سچی بات اللہ ہی کی ہے اور گم ہو جائیگا

عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۷۵﴾ ع

ان سے جو کچھ تھے وہ افترا باندھتے ○

جس روز اللہ تعالیٰ مشرکین کو اور ان لوگوں کو...... جو غیر اللہ کو اس کا ہمسر ٹھہراتے ہیں، جو یہ سمجھتے ہیں کہ الوہیت میں غیر اللہ کا حصہ ہے اور ان کے یہ خود ساختہ معبود عبادت کے مستحق ہیں اور نفع ونقصان دینے کی طاقت رکھتے ہیں...... پکارے گا۔ پس جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ مشرکین کی جسارت، ان کے زعم کاذب اور ان کی خود اپنے آپ کی تکذیب کو ظاہر کرنا چاہے گا۔ ﴿يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ﴾ ”تو ان کو پکار کر پوچھے گا کہ میرے وہ شریک کہاں ہیں جن کو تم، شریک سمجھتے تھے۔“ یہ نفس امر میں شریک نہیں بلکہ ان کے زعم باطل کے مطابق شریک ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ﴾ (یونس: ۶۶/۱۰) ”اور وہ لوگ جو اللہ کے سوا اپنے خود ساختہ شریکوں کو پکارتے ہیں وہ تو محض اپنے وہم وگمان کے پیرو ہیں اور وہ صرف قیاس آرائیاں کر رہے ہیں۔“

جب یہ مشرکین اور ان کے معبودان باطل اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ﴿مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا﴾ ”ہر امت میں سے ایک گواہ“ یعنی جھٹلانے والی ہر امت میں سے ایک گواہ کھڑا کرے گا جو دنیا میں ان کے کرتوتوں، ان کے شرک اور ان کے اعتقادات پر گواہی دے گا اور یہ منتخب لوگ ہوں گے یعنی ہم جھٹلانے والوں کے سرداروں میں سے کچھ لوگوں کو منتخب کر لیں گے جو اپنی طرف سے اور اپنے بھائیوں کی طرف سے جھگڑیں گے کیونکہ وہ ایک ہی راستے پر چلتے رہے ہیں اور جب وہ محاکمہ کے لئے سامنے آئیں گے ﴿فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ﴾ ”تو ہم (ان سے) کہیں گے اپنی دلیل لاؤ“ یعنی اپنے شرک کی صحت پر حجت وبرہان کہ آیا ہم نے تمہیں اس شرک کا حکم دیا؟ کیا میرے رسولوں نے تمہیں اس کا حکم دیا؟ یا اس شرک کے جواز کے بارے میں تم نے میری کتابوں میں کچھ لکھا ہوا پایا؟ کیا ان خود ساختہ شریکوں میں کوئی ایسا ہے جو الوہیت کا مستحق ہو؟ کیا یہ معبود تمہیں کوئی فائدہ دے سکتے ہیں؟ یا تم سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو ہٹانے میں تمہارے کوئی کام آسکتے ہیں؟ اگر ان میں کوئی اہلیت ہے تو وہ یہ کام کر دیکھیں وہ تم سے عذاب الٰہی کو دور کریں اگر وہ ایسا کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔

﴿فَعَلِمُوْٓا﴾ ”تب وہ جان لیں گے“ اپنے قول کے بطلان وفساد کو اور انہیں یہ بھی معلوم ہو جائے گا ﴿اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ﴾ ”کہ حق اللہ ہی کے لئے ہے“ خصومت ان کی طرف رخ کرلے گی۔ ان کی حجت ناکام اور اللہ تعالیٰ

کی حجت غالب آ جائے گی۔ ﴿وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾ ”جو جھوٹ اور بہتان انہوں نے گھڑا تھا سب مضمحل، ناپید اور معدوم ہو جائے گا۔“ انہیں معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں انصاف کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صرف اسی شخص کو سزا دی ہے جو اس کا مستحق اور اہل ہے۔

اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ۠ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ
بلاشبہ قارون تھا قوم موسیٰ میں سے، پس اس نے ظلم کیا ان پر اور دیا تھا ہم نے اسے خزانوں سے اس قدر کہ بلاشبہ
مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِي الْقُوَّةِ ۗ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ
انکی چابیاں (انکا اٹھانا) بھاری ہوتا تھا ایک جماعت قوت والی پر جب کہا اس سے اسکی قوم (کے لوگوں) نے، نہ اترا تو بلاشبہ اللہ
لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ۝۷۶ وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ
نہیں پسند کرتا اترانے والوں کو ○ اور تلاش کر تو اس میں جو کچھ دیا ہے تجھے اللہ نے، گھر آخرت کا اور مت بھول تو حصہ اپنا
مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ ۭ اِنَّ
دنیا سے، اور احسان کر تو (لوگوں پر) جس طرح کہ احسان کیا اللہ نے تجھ پر اور نہ تلاش کر تو فساد زمین میں بے شک
اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ۝۷۷ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰي عِلْمٍ عِنْدِيْ ۭ اَوَلَمْ يَعْلَمْ
اللہ نہیں پسند کرتا فساد کرنیوالوں کو ○ قارون نے کہا، یقیناً دیا گیا ہوں میں وہ (مال) اس علم کی بنا پر جو میرے پاس ہے، کیا نہیں جانا اس نے
اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ
کہ بلاشبہ اللہ نے تحقیق ہلاک کیے ہیں پہلی امتوں میں سے وہ لوگ کہ وہ زیادہ تھے اس سے قوت میں اور بہت زیادہ تھے
جَمْعًا ۭ وَلَا يُسْـَٔلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝۷۸ فَخَرَجَ عَلٰي قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ ۭ
جمع پونجی (یا جماعت) میں اور نہیں پوچھے جاتے اپنے گناہوں کی بابت مجرم لوگ ○ پس وہ نکلا اپنی قوم کے سامنے اپنی زینت میں
قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ
تو کہا ان لوگوں نے جو چاہتے تھے زندگانی دنیا کی، اے کاش! ہوتا ہمارے لیے (بھی) مثل اس کے جو دیا گیا قارون کو، بلاشبہ وہ
لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ۝۷۹ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ
البتہ بہت بڑے نصیبے والا ہے ○ اور کہا ان لوگوں نے جو دیے گئے تھے علم، افسوس تم پر! ثواب اللہ کا بہت بہتر ہے اس شخص کیلئے جو
اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ۝۸۰ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ ۣ
ایمان لایا اور اس نے عمل کیے نیک اور نہیں سکھلائی جاتی یہ بات مگر صبر کرنیوالوں ہی کو ○ پس دھنسا دیا ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں
فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۤ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ۝۸۱
پس نہ ہوئی اس کے لیے کوئی جماعت جو مدد کرتی اس کی سوائے اللہ کے، اور نہ ہوا وہ خود ہی بدلہ لینے والوں میں سے ○

وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ

اور ہو گئے وہ لوگ جنہوں نے تمنا کی تھی اس کے مرتبے کی کل، کہتے تھے کیا نہیں دیکھا تو نے کہ اللہ کشادہ کرتا ہے رزق

لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ ۚ لَوْ لَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا

جس کیلئے چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے اور وہی تنگ کرتا ہے (جس کیلئے چاہتا ہے)، اگر نہ ہوتا یہ کہ احسان کیا اللہ نے ہم پر

لَخَسَفَ بِنَا ؕ وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٨٢﴾ ع

تو البتہ وہ دھنسا دیتا ہمیں بھی، کیا نہیں دیکھا تو نے کہ نہیں فلاح پاتے کافر ○

۸ ع ۱۱

اللہ تبارک وتعالیٰ قارون کے احوال اور اس کے کرتوتوں اور ان کرتوتوں کی پاداش میں اس کے ساتھ جو کیا گیا' اس کے ساتھ خیر خواہی اور جو اسے نصیحت کی گئی تھی ان سب کے بارے میں خبر دیتا ہے' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى ﴾ یعنی قارون' بنی اسرائیل میں سے تھا جن کو تمام جہانوں پر فضیلت اور اپنے دور میں ان کو سب پر فوقیت دی گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے احسانات سے نوازا پس ان کا حال استقامت سے مناسبت رکھتا تھا' مگر قارون اپنی قوم کے راستے سے منحرف ہو گیا' اس نے ان پر ظلم کیا اور سرکشی کی راہ اختیار کی کیونکہ بڑے بڑے امور اس کے سپرد کیے گئے تھے۔ ﴿ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ ﴾ ''ہم نے اسے (مال ودولت کے بہت سے) خزانے عطا کیے تھے'' ﴿ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِي الْقُوَّةِ ﴾ ''ان (خزانوں) کی کنجیاں ایک طاقتور ''عصبہ'' کو اٹھانی مشکل ہوتیں۔'' (عُصْبَة) کا اطلاق سات سے دس تک کی تعداد پر ہوتا ہے' یعنی حتیٰ کہ خزانوں کی کنجیاں اٹھانا ایک طاقتور جماعت کے لئے بھی بہت بھاری تھا۔ یہ تو تھیں ان خزانوں کی کنجیاں' تب ان خزانوں کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ ﴿ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ ﴾ ''جب اس کی قوم نے کہا'' اس کی خیر خواہی کرتے اور اسے سرکشی سے ڈراتے ہوئے: ﴿ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ﴾ یعنی اس دنیاوی شان وشوکت پر خوش ہو نہ اس پر فخر کر کہ یہ تجھے آخرت سے غافل کر دے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ اترانے والوں' فخر کرنے والوں اور دنیا کی محبت میں مشغول ہونے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

﴿ وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ ﴾ یعنی تجھے آخرت کے لئے ایسے مال وسائل حاصل ہیں جو دوسروں کو حاصل نہیں لہٰذا ان وسائل کے ذریعے سے وہ کچھ طلب کر جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے' اللہ کی راہ میں صدقہ کر محض لذات وشہوات کے حصول پر اقتصار نہ کر ﴿ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا ﴾ ''اور دنیا سے اپنا حصہ نہ بھلا۔'' ہم تجھے یہ نہیں کہتے کہ تو اپنا سارا مال صدقہ کر دے اور خود ضائع ہو جا' بلکہ اپنی آخرت کے لئے خرچ کر اور اپنی دنیا سے اس طرح فائدہ اٹھا جس سے تیرے دین کو نقصان پہنچے نہ تیری آخرت خراب ہو۔ ﴿ وَاَحْسِنْ ﴾ ''اور بھلائی کر'' اللہ تعالیٰ کے بندوں سے ﴿ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ﴾ ''جیسے اللہ تعالیٰ نے (تجھے یہ مال ودولت عطا کر کے)

تیرے ساتھ بھلائی کی ہے۔" ﴿ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ ﴾ اور تکبر کے ساتھ' اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں اور منعم کو فراموش کر کے نعمتوں میں مشغول ہو کر زمین میں فساد برپا نہ کر ﴿ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ﴾ "کیونکہ اللہ فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔" بلکہ فساد برپا کرنے پر انہیں سخت سزا دیتا ہے۔

﴿ قَالَ ﴾ قارون نے اپنی قوم کی خیر خواہی کو ٹھکراتے اور اپنے رب کی ناشکری کرتے ہوئے کہا: ﴿ إِنَّمَآ أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ عِندِيٓ ﴾ "یہ (مال) مجھے میرے علم کی وجہ سے ملا ہے۔" یعنی یہ مال و دولت میں نے اپنے کسب' مختلف مکاسب کے بارے میں اپنی معرفت اور مہارت کے ذریعے سے حاصل کیا ہے۔ یا اس بنا پر یہ مال مجھے حاصل ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو میرے حال کا علم ہے اور وہ جانتا ہے کہ میں اس مال و دولت کا اہل ہوں تب تم اس چیز کے بارے میں مجھے کیوں نصیحت کرتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کر رکھی ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس حقیقت کو واضح کرتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا و بخشش اس بات کی دلیل نہیں کہ جس کو عطا کیا جا رہا ہے اس کے احوال اچھے ہیں.... فرمایا: ﴿ أَوَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَهْلَكَ مِن قَبْلِهِۦ مِنَ الْقُرُونِ مَنْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَأَكْثَرُ جَمْعًا ﴾ "کیا اس کو معلوم نہیں کہ اللہ نے اس سے پہلے بہت سی امتیں' جو اس سے قوت میں بڑھ کر اور جمعیت میں بیشتر تھیں' ہلاک کر ڈالی ہیں؟" پس دوسرے زمانوں کے لوگوں کو ہلاک کرنے سے کون سی چیز مانع ہے حالانکہ ان جیسے اور ان سے بھی بڑے لوگوں کو ہلاک کرنے کے متعلق ہماری سنت اور اصول...... جب وہ ایسے افعال کا ارتکاب کرتے ہیں جو ان کی ہلاکت کے موجب ہوتے ہیں...... گزر چکے ہیں؟ ﴿ وَلَا يُسْـَٔلُ عَن ذُنُوبِهِمُ الْمُجْرِمُونَ ﴾ "اور گناہ گاروں سے ان کے گناہوں کے متعلق پوچھا نہیں جائے گا۔" بلکہ اللہ تعالیٰ ان کو سزا دیتا ہے اور ان کی بداعمالیوں پر ان کو عذاب میں مبتلا کرتا ہے۔ پس اگر وہ اپنے بارے میں حسن احوال کا دعویٰ کرتے ہیں اور ان احوال کو ذریعۂ نجات سمجھتے ہیں تو ان کا یہ دعویٰ قابل قبول نہیں اور یہ دعویٰ ان سے عذاب کو دور نہیں کر سکے گا۔ کیونکہ ان کے کرتوت چھپے ہوئے نہیں ہیں اس لئے ان کا انکار بے محل ہے۔

قارون اپنے عناد اور سرکشی پر جما رہا اس نے تکبر اور غرور کی بنا پر اپنی قوم کی خیر خواہی کو قبول نہ کیا' وہ خود پسندی میں مبتلا تھا' جو مال و دولت اسے عطا کیا گیا تھا اس نے اسے دھوکے میں ڈال رکھا تھا۔ ﴿ فَخَرَجَ ﴾ ایک روز باہر آیا ﴿ عَلَىٰ قَوْمِهِۦ فِي زِينَتِهِۦ ﴾ "اپنی قوم کے لوگوں کے سامنے بڑی ٹھاٹھ باٹھ سے" یعنی وہ اپنے بہترین دنیاوی حال میں اپنی قوم کے سامنے آیا' اس کے پاس بہت زیادہ مال و دولت تھا وہ پوری طرح تیار ہو کر اور پوری سج دھج کے ساتھ' اپنی قوم کے سامنے آیا۔ اس قسم کے لوگوں کی یہ سج دھج' عام طور پر بہت ہی مرعوب کن ہوتی ہے جس میں دنیاوی زیب و زینت' اس کی خوبصورتی' اس کی شان و شوکت' اس کی آسودگی اور اس کا تفاخر سب شامل ہوتے ہیں۔

قارون کو اس حالت میں آنکھوں نے دیکھا' اس کے لباس کی ہیئت نے دلوں کو لبریز کر دیا اور اس کی سج دھج

نے نفوس کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ دیکھنے والے دو گروہوں میں منقسم ہو گئے ہر گروہ نے اپنے اپنے عزم و ہمت اور اپنی اپنی رغبت کے مطابق تبصرہ کیا۔ ﴿قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا﴾ یعنی وہ لوگ جن کے ارادے صرف دنیاوی شان و شوکت ہی سے متعلق ہیں، دنیا ہی ان کی منتہائے رغبت ہے اور دنیا کے سوا ان کا کوئی مقصد نہیں انہوں نے کہا: ﴿يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ قَارُوْنُ﴾ ''کاش ہمیں بھی وہ (دنیاوی ساز و سامان اور اس کی خوبصورتی) عطا کر دی جاتی جس سے قارون کو نوازا گیا ہے۔''

﴿اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ﴾ ''بے شک وہ تو بڑا ہی صاحب نصیب ہے۔'' اگر ان کی رغبتوں کا منتہائے مقصود یہی ہے کہ اس دنیا کی زندگی کے بعد کوئی اور زندگی نہیں تو وہ کہنے میں حق بجانب تھے کہ وہ تو بڑے نصیبے والا ہے کیونکہ وہ دنیا کی بہترین نعمتوں سے بہرہ ور ہے جن کے ذریعے سے وہ اپنی زندگی کے مطالب و مقاصد کے حصول پر قادر تھا۔ یہ عظیم حصہ لوگوں کے ارادوں کے مطابق تھا۔ یہ ان لوگوں کے ارادے اور ان کے مقاصد و مطالب ہیں جو نہایت گھٹیا ہمتوں کے مالک ہیں، جن کے ارادے اعلیٰ مقاصد و مطالب کی طرف ترقی کرنے سے قاصر ہیں۔

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ﴾ ''اور جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا وہ کہنے لگے۔'' یعنی جنہوں نے اشیاء کے حقائق کو پہچانا اور دنیا کے باطن (بے ثباتی) کو مدنظر رکھا ہوا تھا۔ جبکہ ان لوگوں کی نظر دنیا کے ظاہر (زیب و زینت) پر تھی، ﴿وَيْلَكُمْ﴾ ''تم پر افسوس'' ان کے حال کو دیکھتے، ان کی تمناؤں پر دکھ محسوس کرتے اور ان کی بات پر نکیر کرتے ہوئے کہا: ﴿ثَوَابُ اللّٰهِ﴾ ثواب عاجل یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت، اس کی محبت کی لذت، اس کی طرف انابت، اس کی طرف اقبال اور ثواب آخرت یعنی جنت کی نعمتیں اور جو کچھ اس میں ہے کہ نفس جن کی خواہش کرتے اور آنکھیں لذت حاصل کرتی ہیں ﴿خَيْرٌ﴾ ''بہتر ہے'' اس چیز سے جس کی تم تمنا کر رہے ہو اور جس کی طرف تم رغبت رکھتے ہو۔

یہ تو ہے معاملے کی اصل حقیقت، مگر اس حقیقت کا علم رکھنے والے سب لوگ تو اس کی طرف توجہ نہیں کرتے ﴿اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ﴾ اس کی توفیق صرف ان لوگوں کو عطا کی گئی ہے جو صبر سے بہرہ ور ہیں اور جن لوگوں نے نافرمانی کو چھوڑ کر اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا پابند کر رکھا ہے، جو اللہ تعالیٰ کی تکلیف دہ قضا و قدر پر صبر کرتے ہیں، جو اپنے رب کو فراموش کر کے دنیا کی پرکشش لذات و شہوات میں مشغول ہوتے ہیں نہ یہ لذات و شہوات ان کے ان مقاصد کی راہ میں حائل ہوتی ہیں جن کے لیے ان کو پیدا کیا گیا ہے...... یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ثواب کو اس دنیائے فانی پر ترجیح دیتے ہیں۔

جب قارون کی سرکشی اور فخر کی حالت انتہا کو پہنچ گئی اور اس کے سامنے دنیا پوری طرح آراستہ ہو گئی اور دنیا نے اس کو بے انتہا تکبر اور غرور میں ڈال دیا تو اس کو اچانک عذاب نے آ لیا۔ ﴿فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ﴾

''پس ہم نے سزا کے طور پر اس کو اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا'' سزا اس کے عمل کی جنس میں سے تھی۔ جس طرح وہ اپنے آپ کو اللہ کے بندوں سے بلند سمجھتا تھا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اسے' اس کے گھر اور مال و دولت سمیت' جس نے اسے فریب میں مبتلا کر رکھا تھا' انتہائی پستیوں میں اتار دیا ﴿فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ﴾ ''اس کی کوئی جماعت نہ تھی۔'' یعنی کوئی جماعت' گروہ' خدام اور افواج نہ تھیں ﴿يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ﴾ ''اللہ کے سوا جو اس کی مدد کرتی اور نہ وہ بدلہ لے سکا۔'' یعنی عذاب الٰہی آ پہنچا کسی نے اس کی مدد کی نہ وہ کسی سے مدد حاصل کر سکا۔

﴿وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ﴾ ''اور وہ لوگ جو کل اس کے مقام و مرتبے کی تمنا کرتے تھے۔'' یعنی وہ لوگ جو دنیا کی زندگی کے خواہش مند تھے اور کہا کرتے تھے: ﴿يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ قَارُوْنُ﴾ ''کاش ہمیں بھی وہ کچھ مل جاتا جو قارون کو عطا کیا گیا ہے۔'' ﴿يَقُوْلُوْنَ﴾ ''وہ کہنے لگے'' دکھ محسوس کرتے' عبرت پکڑتے اور ڈرتے ہوئے کہ کہیں وہ بھی عذاب کی گرفت میں نہ آ جائیں: ﴿وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ﴾ ''ہماری حالت پر افسوس! اللہ اپنے بندوں سے جس کا چاہے رزق وسیع کر دیتا ہے اور جس کا چاہے تنگ کر دیتا ہے'' تب ہمیں معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قارون کے رزق میں فراخی' اس بات کی دلیل نہیں کہ اس میں کوئی بھلائی ہے' اور ہم یہ کہنے میں حق بجانب نہ تھے ﴿اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ﴾ ''قارون تو بڑے ہی نصیبے والا ہے۔''

﴿لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا﴾ ''اگر ہم پر اللہ کی عنایت نہ ہوتی'' تو وہ ہماری بات پر ہماری گرفت کر لیتا اور اگر اس کا فضل و کرم نہ ہوتا ﴿لَخَسَفَ بِنَا﴾ ''تو وہ ہمیں بھی زمین میں دھنسا دیتا''۔ قارون کی ہلاکت اس کے لئے سزا اور دوسروں کے لئے عبرت اور نصیحت تھی۔ حتیٰ کہ وہ لوگ بھی' جو قارون پر رشک کیا کرتے تھے نادم ہوئے اور قارون کے بارے میں ان کا نقطہ نظر بدل گیا ﴿وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ ''اور حقیقت یہی ہے کہ کافر فلاح نہیں پائیں گے'' یعنی دنیا و آخرت میں۔

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا

یہ گھر آخرت کا کرتے ہیں ہم اس کو ان لوگوں کے لئے جو نہیں چاہتے بڑائی زمین میں اور نہ

فَسَادًا ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ (٨٣)

فساد، اور (بہترین) انجام پرہیزگاروں ہی کے لئے ہے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قارون اور جو کچھ اس کو عطا کیا گیا اور اس کے انجام کا ذکر کیا نیز اہل علم کے اس قول سے آگاہ فرمایا: ﴿ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا﴾ ''اس شخص کے لئے اللہ کا ثواب بہتر ہے جو ایمان

لائے اور نیک عمل کرے۔‘‘ پھر اللہ تعالیٰ نے آخرت کی ترغیب دی اور وہ سبب بیان فرمایا جو آخرت کے گھر تک پہنچاتا ہے۔ فرمایا: ﴿تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ﴾ ’’آخرت کا یہ گھر‘‘ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابوں میں خبر دی، اس کے رسولوں نے آگاہ کیا، جس میں ہر نعمت جمع کر دی گئی اور جہاں سے ہر تکدر کو دور کر دیا گیا ہے ﴿نَجْعَلُهَا﴾ ہم اس کو گھر اور ٹھکانا بنا دیں گے ﴿لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ ’’ان لوگوں کے لئے جو زمین میں اپنی بڑائی چاہتے ہیں نہ فساد کرتے ہیں‘‘ یعنی ان کا زمین میں فساد کرنے کا ارادہ تک نہیں تو پھر زمین میں اللہ تعالیٰ کے بندوں پر بڑائی حاصل کرنے کی کوشش کرنا، ان کے ساتھ تکبر سے پیش آنا اور حق کے بارے میں تکبر کا رویہ رکھنا تو بہت دور کی بات ہے۔ ﴿وَلَا فَسَادًا﴾ ’’اور نہ فساد‘‘ اور یہ تمام معاصی کو شامل ہے۔

جب ان کا زمین میں بڑائی حاصل کرنے اور فساد برپا کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تو اس سے یہ بات لازم آئی کہ ان کے ارادے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں مصروف، آخرت کا گھر ان کا مطلوب و مقصود، اللہ کے بندوں کے ساتھ تواضع سے پیش آنا ان کا حال ہے، وہ حق کی اطاعت اور عمل صالح میں مشغول رہتے ہیں۔ یہی وہ اہل تقویٰ ہیں، جن کے لئے اچھا انجام ہے بنا بریں فرمایا: ﴿وَالْعَاقِبَةُ﴾ یعنی فلاح اور کامیابی دائمی طور پر ان لوگوں کا حال ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر لوگ اگرچہ ان کو کچھ غلبہ اور راحت حاصل ہوتی ہے مگر یہ لمبی مدت کے لئے نہیں ہوتی، جلد ہی زائل ہو جاتی ہے۔ آیت کریمہ میں اس حصر سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جو لوگ زمین میں بڑائی یا فساد کا ارادہ کرتے ہیں ان کے لئے آخرت کے گھر میں کوئی حصہ نہیں۔

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى

جو کوئی لائے گا نیکی تو اس کے لئے بہت بہتر (بدلہ) ہوگا اس (نیکی) سے اور جو کوئی لائے گا برائی تو نہیں بدلہ دیے جائیں گے

الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۸۴

وہ لوگ جنہوں نے عمل کیے برے، مگر جو کچھ کہ تھے وہ عمل کرتے ○

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم کے کئی گنا زیادہ ہونے اور اپنے عدل کامل کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے: ﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ﴾ ’’جو شخص نیکی لے کر آئے گا۔‘‘ اس میں شرط عائد کی گئی ہے کہ عامل نیکی کے ساتھ آئے کیونکہ کبھی کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ انسان کوئی نیکی کرتا ہے اور اس نیکی کے ساتھ کچھ ایسے اعمال بھی ہوتے ہیں جو قابل قبول نہیں ہوتے یا وہ اس نیکی کو باطل کر دیتے ہیں...... تو یہ شخص درحقیقت نیکی لے کر اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر نہیں ہوتا۔ (اَلْحَسَنَةُ) ’’نیکی‘‘ یہاں اسم جنس ہے جو ان تمام امور کو شامل ہے جن کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) نے حکم دیا ہے مثلاً حقوق اللہ اور حقوق العباد سے متعلق تمام اقوال اور تمام ظاہری اور باطنی اعمال ﴿فَلَهٗ خَيْرٌ﴾

﴿مِّنْهَا﴾ ”تو اس کے لیے اس سے بہتر نیکی ملے گی“ یعنی اس کی جزا زیادہ بڑی اور زیادہ جلیل القدر ہے ایک اور آیت کریمہ میں آتا ہے: ﴿فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا﴾ (الانعام: ١٦٠/٦) ”اس کے لئے ویسی ہی دس نیکیاں ہیں۔“ نیکی کا اس طرح کئی گنا ہونا لازمی امر ہے۔ بسا اوقات اس کے ساتھ کچھ اسباب مقرون ہوتے ہیں جو اس کو اور زیادہ کر دیتے ہیں: ﴿وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾ (البقرۃ: ٢٦١/٢) ”اللہ جس کی نیکیوں کو چاہتا ہے کئی گنا کر دیتا ہے، وہ بہت وسعت والا اور جاننے والا ہے۔“ اور یہ اضافہ نیکی کرنے والے کے حال، اس کے اس نیک عمل، اس عمل کے فائدے اور اس کے محل و مقام کے مطابق ہوتا ہے۔

﴿وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ﴾ ”اور جو شخص برائی لے کر آئے“ یہاں (اَلسَّيِّئَةُ) ”برائی“ سے مراد ہر وہ کام ہے جس کو شارع نے حرام ٹھہرا کر اس سے روک دیا ہو ﴿فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ”تو ایسے لوگوں کو برائیوں کا اتنا ہی بدلہ ملے گا جس قدر انہوں نے کی ہوں گی“ یہ آیت کریمہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی مانند ہے: ﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ (الانعام: ١٦٠/٦) ”جو کوئی اللہ کے حضور ایک نیکی لے کر آئے گا تو اس کے لئے ویسی ہی دس نیکیاں ہیں اور جو کوئی ایک برائی لے کر حاضر ہو گا تو اس کو صرف اتنی ہی سزا ملے گی جتنی اس نے برائی کی ہے اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔“

اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ؕ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ مَنْ

بلاشبہ وہ جس نے نازل کیا آپ پر قرآن البتہ وہ لوٹانے والا ہے آپکو (آپکے) لوٹنے کی جگہ کی طرف، کہہ دیجیے! میرا رب خوب جانتا ہے اس شخص کو جو

جَآءَ بِالْهُدٰى وَمَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٨٥﴾ وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى

آیا ہے ساتھ ہدایت کے، اور اس کو بھی جو ہے گمراہی ظاہر میں ○ اور نہیں تھے آپ امید رکھتے یہ کہ القاء کی جائے گی

اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿٨٦﴾ وَلَا يَصُدُّنَّكَ

آپکی طرف (یہ) کتاب مگر (القا کی گئی ہے) رحمت سے آپکے رب کی، پس نہ ہوں آپ ہرگز مددگار کافروں کیلئے ○ اور نہ روک دیں وہ آپکو

عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٨٧﴾

اللہ کی آیتوں سے بعد اسکے جب وہ نازل کی گئیں آپکی طرف، اور آپ بلائیں اپنے رب کی طرف، اور ہرگز نہ ہوں آپ مشرکوں میں سے ○

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۣ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ

اور نہ پکاریں آپ ساتھ اللہ کے کسی اور معبود کو، نہیں کوئی معبود مگر وہی، ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اس کے چہرے کے

لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٨٨﴾

اسی کے لئے ہے حکم اور اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے تم (سب) ○

وقف لازم

عـ ٩ / ٨

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ ﴾ ’’جس (اللہ) نے تم پر قرآن (کے احکام) کو فرض کیا ہے۔‘‘ یعنی جس ہستی نے آپ پر قرآن نازل کیا‘ اس میں احکام فرض کیے‘ اس میں حلال اور حرام کو واضح کیا‘ آپ کو اسے تمام لوگوں تک پہنچانے کا حکم دیا‘ نیز آپ کو حکم دیا کہ آپ تمام مکلفین کو ان احکام پر عمل کرنے کی دعوت دیں اس اللہ تعالیٰ کی حکمت کے لائق نہیں کہ صرف اسی دنیا کی زندگی ہوتی اور بندوں کو جزا و سزا نہ دی جاتی‘ بلکہ ضروری ہے کہ وہ آپ کو (معاد) ’’انجام کار‘‘ کی طرف لوٹائے جہاں نیکوکاروں کو ان کی نیکی کی جزا دی جائے اور بدکاروں کو ان کے گناہوں کی سزا۔ آپ نے ان کے سامنے ہدایت کو کھول کھول کر بیان کر دیا اور ہدایت کے راستے کو واضح کر دیا ہے اب اگر وہ آپ کی پیروی کریں تو یہ ان کی خوش نصیبی اور سعادت مندی ہے اور اگر وہ آپ کی مخالفت پر ڈٹ جائیں‘ اس ہدایت میں جرح و قدح کریں جسے آپ لے کر آئے ہیں اور اپنے باطل موقف کو حق پر ترجیح دیں تو بحث کی کوئی گنجائش نہیں رہتی اور غیب و موجود کا علم رکھنے والی اس ہستی کی طرف سے ان کے اعمال کی جزا کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا جو حق کا احقاق اور باطل کا ابطال کرتی ہے۔

بنابریں فرمایا: ﴿ قُلْ رَّبِّیْٓ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰی وَمَنْ هُوَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴾ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ اس کا رسول (ﷺ) خود راہ راست پر گامزن اور راہ راست کی طرف راہنمائی کرنے والا ہے۔ اور آپ کے دشمن گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والے ہیں۔ فرمایا: ﴿ وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ یُّلْقٰٓی اِلَیْكَ الْكِتٰبُ ﴾ یعنی آپ اس بات کے خواہش مند نہ تھے کہ یہ کتاب آپ پر نازل کی جاتی اور نہ اس کے لئے تیار تھے اور نہ اس کے درپے تھے ﴿ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ﴾ یہ تو آپ کے رب کی طرف سے آپ پر اور بندوں پر بے پایاں رحمت تھی کہ اس نے آپ کو اس کتاب کے ساتھ مبعوث کیا‘ اس نے تمام جہانوں پر رحم فرمایا اور انہیں وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتے تھے‘ انہیں پاک کیا اور انہیں کتاب و حکمت کا علم سکھایا اگرچہ اس سے پہلے لوگ صریح گمراہی میں مبتلا تھے۔

جب آپ کو یہ معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے رحمت کے طور پر آپ کی طرف یہ کتاب نازل کی ہے تو آپ کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ وہ تمام امور جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور جن سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے سب اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کا فضل و کرم ہے‘ اس لئے آپ کے دل میں کسی قسم کی کچھ تنگی نہ ہو اور آپ یہ نہ سمجھیں کہ جو کچھ اس کے خلاف ہے‘ زیادہ درست اور زیادہ نفع مند ہے۔ ﴿ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِیْرًا لِّلْكٰفِرِیْنَ ﴾ یعنی کفار کے کفر پر ان کی اعانت نہ کیجئے۔ کفار کے کفر پر منجملہ اعانت یہ ہے کہ قرآن کی کسی آیت یا حکم کے بارے میں کہا جائے کہ یہ حکمت‘ مصلحت اور منفعت کے خلاف ہے۔ ﴿ وَلَا یَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَیْكَ ﴾ ’’اور وہ تمہیں اللہ کی آیتوں سے بعد اس کے کہ وہ آپ پر نازل ہو چکی ہیں روک نہ دیں۔‘‘ بلکہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو آگے پہنچایئے‘ ان کے احکام کو نافذ کیجئے‘ ان کی چالوں کی پروا نہ کیجئے‘ کفار آپ کو ان آیات کے بارے میں

فریب میں مبتلا نہ کریں اور آپ ان کی خواہشات کی پیروی نہ کیجئے۔

﴿ وَ ادۡعُ اِلٰی رَبِّکَ ﴾ یعنی اپنے رب کی طرف دعوت کو اپنا منتہائے مقصود اور اپنے عمل کی غرض وغایت بنایئے اور جو چیز بھی اس کے خلاف ہو اسے چھوڑ دیجئے مثلاً ریا' شہرت کی طلب اور اہل باطل کی اغراض کی موافقت وغیرہ۔ کیونکہ یہ تمام چیزیں اہل باطل کی معیت اور ان کے امور میں ان کی اعانت کی داعی ہیں ﴿ وَ لَا تَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ ﴾ یعنی ان کے ساتھ ان کے شرک میں شامل ہوں نہ اس کی فرع میں۔ شرک کی فروع سے مراد تمام گناہ ہیں۔

﴿ وَ لَا تَدۡعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـہًا اٰخَرَ ﴾ ''اور اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہ پکارنا۔'' بلکہ اپنی عبادت کو اللہ تعالی کے لئے خالص رکھئے! ﴿ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ﴾ یعنی اللہ تعالی کی کامل اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہستی کے سوا کوئی ہستی ایسی نہیں جس کو الٰہ بنایا جائے' اس سے محبت کی جائے اور اس کی عبادت کی جائے ﴿ کُلُّ شَیۡءٍ ہَالِکٌ اِلَّا وَجۡہَہٗ ﴾ ''اس کی ذات کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔'' جب اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز مضمحل ہو کر ہلاک ہونے والی ہے تو ہلاکت کا شکار ہونے والی باطل ہستی کی عبادت بھی انتہائی باطل ہے۔

﴿ لَہُ الۡحُکۡمُ ﴾ دنیا وآخرت میں اسی کا حکم نافذ ہے۔ ﴿ وَ اِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴾ ''اور تمہیں صرف اسی کی طرف لوٹنا ہے۔'' جب اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز باطل اور ہلاک ہونے والی ہے اور اللہ باقی رہنے والا ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں' وہی تمام خلائق کا مرجع ہے تاکہ وہ ان کو ان کے اعمال کی جزا دے۔ جس شخص میں ادنیٰ سی بھی عقل ہے اس کے سامنے یہ حقیقت متعین ہو گئی کہ صرف اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کی عبادت کی جائے ایسے اعمال کئے جائیں جو اس کے تقرب کا ذریعہ ہیں' اس کی ناراضی اور اس کے عذاب سے بچا جائے اور اس چیز سے بھی بچا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور عدم توبہ کی حالت میں اور گناہ اور خطاؤں کو ختم کئے بغیر حاضر ہوا جائے۔

تفسیر سُوۡرَۃُ الۡعَنۡکَبُوۡت

سُوۡرَۃُ الۡعَنۡکَبُوۡت (۲۹) مَکِّیَّۃٌ (۸۵)
بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے
اٰیَاتُھَا ۶۹ رُکُوۡعَاتُھَا ۷

الٓـمّٓ ① اَحَسِبَ النَّاسُ اَنۡ یُّتۡرَکُوۡۤا اَنۡ یَّقُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا وَ ہُمۡ لَا یُفۡتَنُوۡنَ ② وَ لَقَدۡ

الٓـمّٓ ○ کیا گمان کیا ہے لوگوں نے یہ کہ وہ چھوڑ دیئے جائیں گے (صرف) یہ کہنے پر کہ ہم ایمان لائے، اور وہ نہیں آزمائے جائیں گے○ اور البتہ تحقیق

فَتَنَّا الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ فَلَیَعۡلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ صَدَقُوۡا وَ لَیَعۡلَمَنَّ الۡکٰذِبِیۡنَ ③

آزمایا تھا ہم نے ان لوگوں کو جو ان سے پہلے تھے پس البتہ ضرور جان لیگا اللہ ان لوگوں کو جنہوں نے سچ بولا، اور البتہ وہ ضرور جان لیگا انکو جو جھوٹے ہیں○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی حکمت کاملہ کے بارے میں آگاہ کرتے ہوئے بیان فرماتا ہے کہ یہ اس کی حکمت کا تقاضا نہیں کہ جس کسی نے کہہ دیا کہ ''وہ مومن ہے'' اور وہ ایمان کا دعویٰ کرے...... اسے ایسی حالت میں باقی رکھا جائے کہ جس میں وہ آزمائش وابتلا سے سلامت رہے گا اور اسے کوئی ایسا امر پیش نہیں آئے گا جو اس کے ایمان اور اس کی فروع کو مضطرب کرے اور اگر معاملہ اسی طرح ہو تو سچے اور جھوٹے' حق اور باطل میں امتیاز نہیں ہو سکتا لیکن اس کی عادت یہ رہی ہے کہ وہ اہل ایمان کو خوشحالی اور تنگدستی' راحت اور مشقت' بشاشت اور ناگواری' فراخی اور محتاجی' بعض اوقات دشمنوں کی فتح وغلبہ اور دشمنوں کے خلاف قول وفعل کے ساتھ جہاد وغیرہ جیسی آزمائشوں کے ذریعے سے آزماتا ہے جو تمام تر شبہات کے فتنے کی طرف لوٹتی ہیں جو عقیدے کی معارض ہیں اور شہوات (کے فتنے) کی طرف لوٹتی ہیں جو ارادے کی معارض ہیں۔

شبہات کے وارد ہونے کے وقت جس کسی کا ایمان مضبوط رہتا ہے اور متزلزل نہیں ہوتا اور وہ اس حق کے ذریعے سے شبہات کو دور کر دیتا ہے جو اس کے پاس ہے اور شہوات کے وارد ہونے کے وقت...... جو گناہ اور معاصی کے موجب اور داعی ہیں یا وہ اسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکم سے روگرداں کرتے ہیں...... وہ ایمان کے تقاضوں پر عمل کرتا ہے' اپنی شہوات کے خلاف جدوجہد کرتا ہے تو یہ چیز اس کے ایمان کی صداقت اور صحت پر دلالت کرتی ہے۔ شبہات کے وارد ہونے کے وقت جس کسی کے دل میں شک وریب جڑ پکڑ لیتا ہے اور شہوات کے پیش آنے پر شہوات اسے گناہوں کی طرف موڑ دیتی یا واجبات کی ادائیگی سے روک دیتی ہیں تو یہ چیز اس کے ایمان کی عدم صحت اور عدم صداقت پر دلالت کرتی ہے۔

اس مقام پر لوگ بہت سے درجات میں منقسم ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی شمار نہیں کر سکتا کچھ لوگوں کے پاس بہت قلیل ایمان اور کچھ لوگ اس سے بہت زیادہ سے بہرہ ور ہیں۔ پس ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں دنیا وآخرت کی زندگی میں قول ثابت کے ذریعے سے ثابت قدمی عطا کرے اور ہمیں اپنے دین پر ثبات سے سرفراز کرے۔ ابتلاء اور امتحان نفوس انسانی کے لئے ایک بھٹی کی مانند ہے جو اچھی چیز میں سے گندگی اور میل کچیل کو نکال باہر کرتی ہے۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّسْبِقُوْنَا ؕ سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ ④

کیا گمان کیا ہے ان لوگوں نے جو عمل کرتے ہیں برے، یہ کہ وہ بچ کر نکل جائینگے ہم سے؟ بہت برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں ○

یعنی کیا ان لوگوں نے' جن کے ارادوں پر جرائم کا ارتکاب اور برے افعال غالب ہیں' یہ سمجھ رکھا ہے کہ ان کے اعمال کو یونہی چھوڑ دیا جائے گا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں عن قریب غافل ہو جائے گا یا وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے نکل بھاگیں گے۔ اسی لئے وہ گناہوں کا ارتکاب کر رہے ہیں اور ان کے لیے ان گناہوں پر عمل کرنا بہت آسان اور سہل ہے؟ ﴿سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ﴾ یعنی ان کا فیصلہ بہت برا ہے' یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور

حکمت کے انکار کو متضمن ہے نیز ان کے اس دعوے کو متضمن ہے کہ ان میں اتنی طاقت اور قدرت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ سکیں حالانکہ وہ سب سے کمزور اور سب سے عاجز مخلوق ہیں۔

مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ۭ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝۵ وَمَنْ

جو شخص امید رکھتا ہے ملاقات کی اللہ سے پس بلاشبہ وعدہ اللہ کا ضرور آنے والا ہے اور وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے ○ اور جو شخص

جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝۶

جہاد کرے تو یقیناً وہ جہاد کرتا ہے اپنی ذات ہی کے فائدے کے لیئے بے شک اللہ البتہ بے نیاز ہے تمام جہان والوں سے ○

اے اپنے رب کے ساتھ محبت کرنے والے! اس کے قرب اور اس کی ملاقات کا اشتیاق رکھنے والے! اور اس کی رضا کے حصول کی خاطر بھاگ دوڑ کرنے والے! اپنے محبوب کی ملاقات کے وقت کے قریب آنے پر خوش ہو جا کیونکہ وہ وقت آنے والا ہے اور ہر آنے والا وقت قریب ہوتا ہے۔ اپنے محبوب کی ملاقات کے لئے زادِ راہ لے کر، امید کو اپنا ساتھی بنا کر اور محبوب کے وصل کی آرزو کرتے ہوئے اس کی طرف رواں دواں ہو جا۔ مگر ہر شخص کو اس کے دعویٰ کرنے پر عطا نہیں کر دیا جاتا اور نہ اس کی ہر تمنا پوری کر دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آوازوں کو سننے والا اور نیتوں کو جاننے والا ہے اس لئے جو کوئی اپنے دعوے اور تمناؤں میں سچا ہے اللہ تعالیٰ اس کی امیدوں کو پورا کر دیتا ہے اور جو کوئی اپنے دعوے میں جھوٹا ہے اس کا دعویٰ اسے کوئی فائدہ نہیں دیتا وہ خوب جانتا ہے کہ کون اس کی محبت کا اہل ہے اور کون اس کا اہل نہیں۔

﴿وَمَنْ جَاهَدَ﴾ جس نے اپنے نفس، شیطان اور کافر دشمن کے خلاف جہاد کیا ﴿فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ﴾ ”تو وہ اپنے ہی فائدے کے لیے جہاد کرتا ہے۔“ کیونکہ اس جہاد کا فائدہ اور اس کا ثمرہ اسی کی طرف لوٹتا ہے اور اللہ تو تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جہاد کا حکم دیا ہے اس کا مقصد یہ نہیں کہ اس سے اسے کوئی فائدہ حاصل ہوگا اور نہ اللہ تعالیٰ نے بخل کی بنا پر بعض چیزوں سے روک رکھا ہے۔ یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ اوامر و نواہی میں، مکلف جدوجہد کا محتاج ہے کیونکہ اس کا نفس طبعاً نیکی کرنے میں سستی کرتا ہے، اس کا شیطان اسے نیکی کی راہ سے روکتا ہے اور اس کا کافر دشمن اسے اقامت دین سے منع کرتا ہے ان تمام معارضات کو دور کرنے کے لئے مجاہدے اور سخت کوشش کی ضرورت ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَحْسَنَ

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل کئے نیک، البتہ ضرور مٹا دینگے ہم ان سے برائیاں انکی، اور البتہ ضرور جزا دینگے ہم انہیں بہترین

الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۷

ان کی جو تھے وہ عمل کرتے ○

یعنی وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے ایمان اور عمل صالح سے نوازا' وہ ان کے گناہوں کو ختم کردے گا کیونکہ نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں ﴿ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَحْسَنَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾ ''اور ہم ان کو ان کے اعمال کا بہت اچھا صلہ دیں گے۔'' اس سے مراد اعمال خیر ہیں' مثلاً واجبات و مستحباب وغیرہ اور یہ بندے کے بہترین اعمال ہیں کیونکہ بندہ مباح کام بھی کرتا ہے۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۖ وَإِن جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ

اور وصیت کی ہم نے انسان کو اپنے والدین کیساتھ نیکی کرنیکی اور اگر وہ کوشش کریں تیرے ساتھ کہ شریک ٹھہرائے تو میرے ساتھ اس چیز کو کہ نہیں تجھے

بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۚ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ⑧

اسکا کوئی علم، تو نہ اطاعت کر تو ان دونوں کی، میری طرف واپسی ہے تمہاری، پس میں خبر دوں گا تمہیں اسکی جو کچھ کہ تھے تم عمل کرتے ○

یعنی ہم نے انسان کو حکم دیا اور اس کو وصیت کی ہے کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے یعنی وہ اپنے قول و فعل کے ذریعے سے ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور اپنے اس رویے کی حفاظت کرے' نیز وہ اپنے قول و فعل میں والدین کی نافرمانی کرے نہ ان کے ساتھ برا سلوک کرے۔ ﴿ وَإِن جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ﴾ ''اور اگر وہ (والدین) دونوں تیرے درپے ہوں کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک بنائے جب کہ حقیقت سے تجھے واقفیت نہیں۔'' اور کسی کے پاس شرک کی صحت پر کوئی دلیل نہیں۔ اس آیت کریمہ میں شرک کے معاملے کی اہمیت کی بنا پر یہ اسلوب اختیار کیا ہے۔ ﴿ فَلَا تُطِعْهُمَا إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴾ ''تو ان کا کہنا نہ ماننا' تم سب کو میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے' پھر جو کچھ تم کرتے تھے میں تم کو بتاؤں گا۔'' پس میں تمہارے اعمال کی جزا دوں گا۔ اس لئے تم اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو ان کی اطاعت کو ہر شخص کی اطاعت پر مقدم رکھو' سوائے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے' کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت ہر چیز پر مقدم ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصَّالِحِينَ ⑨

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل کئے نیک، البتہ ہم ضرور داخل کریں گے انہیں نیک صالح لوگوں میں ○

جو کوئی اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا' اس نے نیک عمل کئے' اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ وعدہ کر رکھا ہے کہ وہ اسے اپنے نیک بندوں کے ساتھ جنت میں داخل کرے گا' یعنی انبیاء' صدیقین' شہداء اور صالحین کے ساتھ' اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ہر ایک کا اپنا اپنا درجہ اور اپنا اپنا مرتبہ ہے۔ ایمان صحیح اور عمل صالح' بندے کی سعادت کا عنوان ہے اور بے شک وہ اہل رحمان میں سے اور اللہ کے نیک بندوں میں سے ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ فَإِذَا أُوذِيَ فِي اللَّهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ

اور بعض لوگوں میں سے وہ ہیں جو کہتے ہیں ایمان لائے ہم اللہ پر، پھر جب ایذا دیا جاتا ہے وہ اللہ (کی راہ) میں تو بناتا ہے وہ ایذا رسانی کو لوگوں کی

كَعَذَابِ اللّٰهِ ؕ وَلَئِنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ؕ اَوَلَيْسَ اللّٰهُ

مانند عذاب کی اللہ کے اور البتہ اگر آ جائے مدد آپکے رب کی طرف سے تو وہ ضرور کہیں گے، بلاشبہ ہم تو تھے تمہارے ساتھ ہی کیا نہیں ہے اللہ

بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ ⑩ وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ ⑪

خوب جاننے والا اسکو جو کچھ ہے سینوں میں جہاں والوں کے؟ ○ اور ضرور جان لیگا اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے، اور ضرور جان لیگا منافقوں کو بھی ○

جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ ذکر فرمایا کہ اس شخص کی آزمائش ہونا لازمی ہے جو ایمان کا دعویٰ کرتا ہے تاکہ سچے اور جھوٹے کے درمیان فرق ظاہر ہو جائے، تو یہ بھی واضح کر دیا کہ لوگوں میں سے ایک گروہ محن وابتلاء پر صبر نہیں کر سکتا بعض تکلیفوں اور مصیبتوں پر ثابت قدم نہیں رہ سکتا، چنانچہ فرمایا: ﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ ﴾ ''اور بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں ہم اللہ پر ایمان لائے اور جب ان کو اللہ (کے راستے) میں کوئی تکلیف پہنچتی ہے۔'' مار کر مال چھین کر اور عار دلا کر اسے اذیت دی جاتی ہے تاکہ وہ اپنے دین کو چھوڑ کر باطل کی طرف لوٹ آئے ﴿ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ﴾ ''تو لوگوں کی تکلیف (یوں) سمجھتے ہیں جیسے اللہ کا عذاب۔'' لوگوں کی ایذارسانی انہیں متزلزل کر کے ایمان سے روک دیتی ہے جیسے عذاب انہیں اس چیز سے روک دیتا ہے جو اس عذاب کی باعث بنتی ہے۔

﴿ وَلَئِنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ﴾ ''اور اگر تمہارے رب کی طرف سے مدد پہنچے تو کہتے ہیں ہم تو تمہارے ساتھ تھے۔'' کیونکہ یہ ان کی خواہشات نفس کے موافق ہے۔ یہ لوگوں کی اس صنف سے تعلق رکھتے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ۨ اطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ۨ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴾ (الحج: ۲۲/۱۱) ''اور لوگوں میں وہ شخص بھی ہے جو کنارے پر رہ کر اللہ کی عبادت کرتا ہے اگر بھلائی پہنچے تو مطمئن ہو جاتا ہے اور کوئی مصیبت آ جائے تو الٹے پاؤں پھر جاتا ہے۔ وہ دنیا و آخرت میں خسارے میں ہے اور یہ واضح خسارہ ہے۔''

﴿ اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ ''کیا جو جہان والوں کے سینوں میں ہے اللہ اس سے واقف نہیں؟'' اس نے تمہیں اس فریق کے بارے میں آگاہ فرمایا جن کا حال وہی ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے وصف بیان فرمایا ہے پس تم اس بات سے اس کے کامل علم اور بے پایاں حکمت کو جان سکتے ہو۔

﴿ وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ ﴾ ''اور اللہ ان کو ضرور معلوم کر لے گا جو (سچے) مومن ہیں اور منافقوں کو بھی معلوم کر لے گا۔'' اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آزمائش وابتلاء مقرر کی ہے تاکہ ان کے بارے میں اپنا علم ظاہر کرے اور ان سے جو اعمال ظاہر ہوتے ہیں ان کے مطابق ان کو جزا دے اور مجرد اپنے علم ہی پر ان کو جزا و سزا نہ دے کیونکہ اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے حجت پیش کریں گے کہ اگر ان کو آزمایا گیا ہوتا تو وہ بھی

ثابت قدم رہتے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ؕ وَمَا هُمْ

اور کہا ان لوگوں نے جنھوں نے کفر کیا، ان لوگوں سے جو ایمان لائے، پیروی کرو تم ہمارے راستے کی، اور چاہیے کہ اٹھالیں ہم تمہارے گناہ حالانکہ نہیں وہ

بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿١٢﴾ وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَ اَثْقَالًا

اٹھانے والے انکے گناہوں میں سے کچھ بھی، بلاشبہ وہ جھوٹے ہیں○ اور البتہ ضرور اٹھائینگے وہ اپنے بوجھ اور کئی بوجھ (دوسروں کے بھی)

مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ز وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿١٣﴾ ع ١ ع ١٣ ١٤

ساتھ اپنے بوجھوں کے، اور البتہ ضرور پوچھے جائیں گے وہ دن قیامت کے ان باتوں کی بابت جو تھے وہ افترا باندھتے○

اللہ تبارک وتعالیٰ کفار کی بہتان طرازی اور اہل ایمان کو اپنے دین کی طرف ان کی دعوت کا ذکر کرتا ہے۔ اس ضمن میں اہل ایمان کو آگاہ کیا ہے کہ وہ کفار سے دھوکہ کھائیں نہ ان کی چالوں میں آئیں۔ چنانچہ فرمایا: ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا﴾ ”اور جو کافر ہیں وہ مومنوں سے کہتے ہیں کہ ہمارے طریق کی پیروی کرو۔“ یعنی اپنے دین یا دین کے کچھ حصے کو ترک کردو اور ہمارے دین میں ہماری پیروی کرو ہم تمام معاملے کی ذمہ داری لیتے ہیں۔ ﴿وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ﴾ ”اور ہم تمہاری خطاؤں کو اپنے اوپر لے لیں گے“۔ حالانکہ یہ معاملہ ان کے ہاتھ میں نہیں ہے' لہٰذا فرمایا: ﴿وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ﴾ ”حالانکہ وہ ان کے گناہوں کا کچھ بھی بوجھ اٹھانے والے نہیں۔“ یعنی وہ کم یا زیادہ' کچھ بھی خطائیں اپنے اوپر نہیں لے سکتے۔ خطاؤں کو اپنے ذمے لینے والا خواہ راضی ہی کیوں نہ ہو' وہ کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور اللہ تعالیٰ بندے کو اپنے حکم کے بغیر اپنے حق میں تصرف کی اجازت نہیں دیتا اور اس کا حکم: ﴿اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى﴾ (النجم: ٣٨/٥٣) ”کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔“ کے اصول پر مبنی ہے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ﴾ سے یہ وہم بھی ہو سکتا ہے کہ اہل ایمان کو کفر وغیرہ کی طرف دعوت دینے کا کفار کو صرف وہی گناہ ہو گا جس کا انہوں نے ارتکاب کیا دوسروں کے گناہوں میں ان کا کوئی حصہ نہیں خواہ وہ دوسروں کے گناہوں کا سبب ہی کیوں نہ بنے ہوں...... اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس وہم کو دور کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ﴾ ”اور وہ اپنے بوجھ بھی اٹھائیں گے۔“ یعنی اپنے ان گناہوں کا بوجھ جن کا انہوں نے ارتکاب کیا ﴿وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ﴾ ”اور اپنے بوجھ کے ساتھ اور بوجھ بھی (اٹھائیں گے)۔“ اس سے مراد وہ گناہ ہیں جو ان کے سبب سے اور ان کی جسارت کی بنا پر ان کے اعمال نامے میں لکھے گئے۔

وہ گناہ جس کا ارتکاب کوئی تابع شخص کرتا ہے اس میں تابع اور متبوع دونوں کا حصہ ہوتا ہے تابع کا حصہ اس لئے ہے کہ اس نے اس گناہ کا ارتکاب کیا اور متبوع کا حصہ اس لئے کہ وہ اس گناہ کا سبب بنا اور اس نے اس گناہ

کی طرف دعوت دی۔ بالکل اسی طرح جب کوئی تابع شخص نیکی کرتا ہے تو نیکی کرنے والے کو اس کا ثواب ملتا ہے اور وہ شخص بھی اس ثواب سے بہرہ ور ہوتا ہے جس نے اسے نیکی کی دعوت دی اور نیکی کا سبب بنا۔

﴿وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾ ''اور جو بہتان یہ باندھتے رہے قیامت کے دن ان کی ان سے ضرور پرسش ہوگی۔'' یعنی انہوں نے جو بری بات گھڑی ہے پھر اس کو آراستہ کیا ہے' نیز ان سے ان کے اس قول: ﴿وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ﴾ ''ہم تمہاری خطاؤں کو اپنے اوپر لے لیں گے۔'' کے بارے میں بھی پوچھا جائے گا۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ۭ فَاَخَذَهُمُ

اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف، پس ٹھہرا رہا وہ ان میں ہزار سال مگر پچاس سال (کم) پھر پکڑ لیا ان کو

الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ

طوفان نے اس حال میں کہ وہ ظالم تھے ○ پس نجات دی ہم نے اس کو اور کشتی والوں کو،

وَجَعَلْنٰهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۵﴾

اور بنا دیا ہم نے اس (کشتی) کو (عظیم) نشانی جہانوں کے لیے ○

اللہ تعالیٰ گزشتہ امتوں کے عذاب کی بابت اپنے حکم اور اپنی حکمت بیان کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اور رسول حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی قوم میں مبعوث فرمایا' جو ان کو توحید کی دعوت دیتے تھے' ان کو اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا حکم دیتے' بتوں اور ان کے خود ساختہ معبودوں کی عبادت سے روکتے تھے۔ ﴿فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا﴾ ''پس وہ پچاس برس کم ایک ہزار سال ان کے درمیان رہے'' وہ نبی کی حیثیت سے ان کو دعوت دینے سے اکتائے نہ ان کی خیر خواہی سے باز آئے وہ رات دن اور کھلے چھپے ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے رہے' مگر وہ رشد و ہدایت کی راہ پر نہ آئے۔ بلکہ اس کے برعکس وہ اپنے کفر اور سرکشی پر جمے رہے۔ یہاں تک کہ ان کے نبی حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بے انتہا صبر' حلم اور تحمل کے باوجود ان کے لئے ان الفاظ میں بددعا کی: ﴿رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا﴾ (نوح:۲۶/۷۱) ''اے میرے رب! روئے زمین پر کسی کافر کو بستا نہ چھوڑ۔''

﴿فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ﴾ ''پس ان کو طوفان نے آ پکڑا۔'' یعنی ان کو اس پانی نے (طوفان کی صورت میں) آلیا جو بہت کثرت سے آسمان سے برستا تھا اور نہایت شدت سے زمین سے پھوٹتا تھا۔ ﴿وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ﴾ ''اور وہ ظالم تھے'' اور اس عذاب کے مستحق تھے۔ ﴿فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ﴾ ''پس ہم نے ان کو اور کشتی والوں کو نجات دی۔'' یعنی وہ لوگ جو ان کے ساتھ کشتی میں سوار ہوئے تھے۔ یعنی ان کے گھر والے اور ان پر ایمان لانے والے دیگر لوگ ﴿وَجَعَلْنٰهَآ﴾ ''اور ہم نے اس کو بنایا۔'' یعنی کشتی کو یا قصۂ نوح کو ﴿اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾

’’تمام جہانوں کے لئے نشانی‘‘ جس سے لوگ عبرت پکڑتے ہیں کہ جو کوئی اپنے رسولوں کی تکذیب کرتا ہے اس کا انجام ہلاکت ہے‘ نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو ہر غم سے نجات دیتا اور ہر تنگی سے نکلنے کی راہ دکھاتا ہے‘ نیز اللہ تبارک وتعالیٰ نے کشتی کو...... یعنی کشتی کی جنس کو‘ تمام جہانوں کے لئے نشانی بنا دیا جسے وہ اپنے رب کی رحمت سے تعبیر کرتے ہیں‘ جس نے ان کے لئے اس کے اسباب مہیا کئے اور اس کے معاملے کو ان کے لئے آسان بنایا اور وہ انہیں اور ان کے مال و اسباب کو ایک گوشے سے دوسرے گوشے تک اٹھائے پھرتی ہے۔

وَاِبْرٰهِيْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (۱۶)

اور (یاد کیجئے) ابراہیم کو، جب کہا اس نے اپنی قوم سے، عبادت کرو تم اللہ کی اور ڈرو تم اس سے، یہ بہت بہتر ہے تمہارے لئے اگر ہو تم جانتے ○

اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّتَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ

یقیناً تم تو عبادت کرتے ہو سوائے اللہ کے بتوں کی، اور گھڑتے ہو تم جھوٹ‘ بلاشبہ وہ جن کی تم عبادت کرتے ہو

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا

سوائے اللہ کے‘ نہیں اختیار رکھتے وہ تمہارے لئے رزق کا، پس تلاش کرو تم اللہ کے ہاں رزق اور عبادت کرو تم اسکی اور شکر کرو تم

لَهٗ ؕ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (۱۷) وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ

اسکا، اسی کیطرف لوٹائے جاؤ گے تم ○ اور اگر جھٹلاؤ تم (مجھے) تو تحقیق جھٹلایا تھا کئی امتوں نے تم سے پہلے بھی اور نہیں ہے اوپر رسول کے

اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ (۱۸) اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ

مگر صرف پہنچا دینا واضح طور پر ○ کیا نہیں دیکھا انہوں نے کہ کیسے پہلی بار پیدا کرتا ہے اللہ مخلوق کو؟ پھر وہ لوٹائے گا اسکو‘ بلاشبہ یہ ہے

عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ (۱۹) قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ

اللہ پر بہت آسان ○ کہہ دیجئے! سیر کرو تم زمین میں پھر دیکھو تم کس طرح پہلی بار پیدا کی اس نے مخلوق، پھر اللہ ہی پیدا کریگا (اسکو)

النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (۲۰) يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَرْحَمُ مَنْ

پیدا کرنا دوسری بار، بلاشبہ اللہ اوپر ہر چیز کے خوب قادر ہے ○ وہ عذاب دے گا جس کو چاہے گا، اور وہ رحم کرے گا جس پر

يَّشَآءُ ۚ وَاِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ (۲۱) وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِى السَّمَآءِ ۫ وَمَا

چاہے گا، اور اسی کی طرف پھیرے جاؤ گے تم ○ اور نہیں تم عاجز کرنے والے (اللہ کو) زمین میں اور نہ آسمان میں، اور نہیں ہے

لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ (۲۲) ع

ع ۹ ۱۴

تمہارے لئے سوائے اللہ کے کوئی دوست اور نہ کوئی مددگار ○

اللہ تبارک وتعالیٰ ذکر فرماتا ہے کہ اس نے اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف مبعوث فرمایا جو ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے تھے‘ چنانچہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا: ﴿اعْبُدُوا اللّٰهَ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کو ایک

مانو‘ صرف اسی کی عبادت کرو اور جو کچھ وہ تمہیں حکم دیتا ہے اس کی اطاعت کرو ﴿وَاتَّقُوْهُ﴾ ”اور اس سے ڈرو“ کہ وہ تم پر ناراض ہو کر تمہیں عذاب دے اور یہ اس طرح ممکن ہے کہ تم ان امور کو چھوڑ دو جو اس کی ناراضی کا باعث ہیں ﴿ذٰلِكُمْ﴾ ”یہ“ یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت اور تقویٰ ﴿خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ ”تمہارے لیے بہتر ہے۔“ یعنی عبادت اور تقویٰ کو اختیار کرنا ان کو ترک کرنے سے بہتر ہے۔

یہ اسم تفضیل کے ایسے باب میں سے ہے جس کے دوسری طرف کچھ نہیں ہوتا‘ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کا تقویٰ ترک کرنے میں کسی طرح بھی کوئی بھلائی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور تقویٰ صرف اس لئے لوگوں کیلئے بہتر ہے کہ دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی کرامت کا حصول‘ عبادت اور تقویٰ کے سوا ممکن نہیں۔ دنیا و آخرت میں جو بھی بھلائی پائی جاتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے تقویٰ کی وجہ سے ہے۔ ﴿اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ ”اگر تم اس کا علم رکھتے ہو۔“ پس تمام امور میں خوب غور کرو اور دیکھو کہ ان میں سے کون سا امر ترجیح کے لائق ہے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت اور تقویٰ کا حکم دیا ہے اس لئے ان کو بتوں کی عبادت سے روکا ہے اور ان کے نقص اور عبودیت کے لئے ان کے عدم استحقاق کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّتَخْلُقُوْنَ اِفْكًا﴾ ”تم اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو پوجتے ہو اور جھوٹ گھڑتے ہو۔“ تم خود اپنے ہاتھوں سے گھڑ کر ان بتوں کو تخلیق کرتے ہو‘ پھر تم ان کے معبودوں والے نام رکھتے ہو اور پھر تم ان کی عبادت اور تمسک کے لئے جھوٹے احکام گھڑتے ہو ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ”بے شک جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو۔“ وہ ناقص ہیں ان میں کوئی بھی ایسی صفت نہیں ہے جو ان کی عبادت کی مقتضی ہو۔ ﴿لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا﴾ ”وہ تمہیں رزق دینے کا اختیار نہیں رکھتے۔“ گویا یوں کہا گیا ہے کہ ہم پر واضح ہو چکا ہے کہ یہ بت گھڑے ہوئے اور ناقص ہیں جو کسی نفع و نقصان کے مالک ہیں نہ موت و حیات کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ دوبارہ اٹھانے ہی کا۔ پس جس ذات کے یہ اوصاف ہوں وہ ذرہ بھر عبادت کی مستحق نہیں۔ قلوب ایسے معبود کے طالب ہوتے ہیں جن کی وہ عبادت کریں اور ان سے اپنی حوائج کا سوال کریں...... پس ان کے جواب میں‘ اس ہستی کی عبادت کی ترغیب دی گئی ہے جو عبادت کی مستحق ہے۔ ﴿فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ﴾ ”پس اللہ ہی کے ہاں رزق طلب کرو۔“ کیونکہ وہی رزق میسر اور مقدر کرتا ہے اور وہی اس شخص کی دعا قبول کرتا ہے جو اپنے دینی اور دنیاوی مصالح کے لئے اس سے دعا کرتا ہے۔

﴿وَاعْبُدُوْهُ﴾ ”اور اسی (اکیلے) کی عبادت کرو“ جس کا کوئی شریک نہیں کیونکہ وہ کامل‘ نفع و نقصان دینے والا اور تدبیر کائنات میں متفرد ہے۔ ﴿وَاشْكُرُوْا لَهٗ﴾ ”اور اسی (اکیلے) کا شکر کرو۔“ کیونکہ جتنی بھی تمہیں نعمتیں حاصل ہوئی ہیں یا تمام مخلوق کو حاصل ہو رہی ہیں صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور جو بھی مصیبت ان سے دور

ہوتی ہے ان کو دور کرنے والا وہی ہے۔ ﴿اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ ”تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔“ تب وہ تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دے گا اور جو کچھ تم چھپاتے اور ظاہر کرتے رہے ہو اس کے بارے میں تمہیں آگاہ کرے گا پس تم شرک کی حالت میں اس کی خدمت میں حاضر ہونے سے بچو اور ان امور میں رغبت رکھو جو تمہیں اللہ تعالیٰ کے قریب کرتے ہیں اور جب تم اس کے پاس حاضر ہو گے تو وہ تمہیں ان پر ثواب عطا کرے گا۔

﴿اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ﴾ ”کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ کس طرح خلقت کو پہلی بار پیدا کرتا ہے، پھر اس کو دوبارہ پیدا کرے گا۔“ یعنی قیامت کے روز اس کا اعادہ کرے گا۔ ﴿اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ﴾ ”بے شک مخلوق کا اعادہ کرنا تو اللہ تعالیٰ کے لئے بہت آسان ہے“ یہ آیت کریمہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی مانند ہے۔ ﴿وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ﴾ (الروم: ۳۰/۲۷)

”وہی ہے جو تخلیق کی ابتدا کرتا ہے پھر وہ اس کا اعادہ کرے گا اور ایسا کرنا اس کے لئے زیادہ آسان ہے۔“

﴿قُلْ﴾ ”آپ (ان سے) کہہ دیجئے!“ کہ اگر انہیں ابتدائے تخلیق میں کوئی شک وشبہ ہے، تو ﴿سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ﴾ ”تم زمین میں چلو پھرو“ اپنے قلب و بدن کے ساتھ ﴿فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ﴾ ”پھر غور کرو کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ابتدا کی“ تم دیکھو گے کہ انسانوں کے گروہ تھوڑا تھوڑا کر کے وجود میں آ رہے ہیں، تم دیکھو گے کہ درخت اور نباتات وقتاً فوقتاً جنم لے رہے ہیں، تم بادلوں اور ہواؤں کو پاؤ گے کہ وہ لگاتار اپنی تجدید کے مراحل میں رہتے ہیں بلکہ تمام مخلوق دائمی طور پر ابتدائے تخلیق اور اعادۂ تخلیق کے دائرے میں گردش کر رہی ہے۔ ان کی موت صغریٰ...... یعنی نیند...... کے وقت، ان پر غور کرو کہ رات اپنی تاریکیوں کے ساتھ ان کو ڈھانپ لیتی ہے تب تمام حرکات ساکن اور تمام آوازیں منقطع ہو جاتی ہیں۔ اپنے بستروں اور ٹھکانوں میں تمام مخلوق کی حالت یوں ہوتی ہے جیسے وہ مردہ ہوں۔ رات بھر وہ اس حالت میں رہتے ہیں حتیٰ کہ جب صبح نمودار ہوتی ہے تو وہ اپنی نیند سے بیدار اور اپنی اس عارضی موت کے بعد دوبارہ زندہ کئے جاتے ہیں اور وہ یہ کہتے ہوئے اٹھتے ہیں: «اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ» ”تعریف ہے اللہ کی جس نے ہمیں مارنے کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف قبر سے اٹھ کر جانا ہے۔“

بنابریں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ثُمَّ اللّٰهُ﴾ ”پھر اللہ ہی“ یعنی اس اعادۂ تخلیق کے بعد ﴿يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ﴾ ”دوسری نئی پیدائش کرے گا۔“ یہ ایسی زندگی ہے جس میں موت ہے نہ نیند اس زندگی کو جنت یا جہنم میں، خلود اور دوام حاصل ہوگا۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ”بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔“ اللہ تعالیٰ کی قدرت کسی چیز میں عاجز نہیں جس طرح وہ تخلیق کی ابتدا پر قادر ہے اسی طرح تخلیق کے اعادہ پر اس کا قادر ہونا زیادہ اولیٰ اور زیادہ لائق ہے۔

﴿ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ وَیَرْحَمُ مَنْ یَّشَآءُ ﴾ ''وہ جسے چاہے عذاب دے اور جس پر چاہے رحم کرے۔'' یعنی حکم جزائی میں وہ متفرد ہے۔ یعنی وہ اکیلا ہے جو اطاعت کرنے والوں کو ثواب عطا کرتا ہے انہیں اپنی وسیع رحمت کے سائے میں لیتا ہے اور نافرمانوں کو عذاب دیتا ہے۔ ﴿ وَاِلَیْهِ تُقْلَبُوْنَ ﴾ ''اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔'' یعنی تم اس گھر کی طرف لوٹو گے جہاں تم پر اس کے عذاب یا رحمت کے احکام جاری ہوں گے' اس لئے اس دنیا میں نیکیوں کا اکتساب کر لو جو اس کی رحمت کا سبب ہیں اور اس کی نافرمانیوں سے دور رہو جو اس کے عذاب کا باعث ہیں۔

﴿ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ ﴾ ''اور تم اس کو زمین میں عاجز کر سکتے ہو نہ آسمان میں۔'' یعنی اے جھٹلانے والے لوگو جو گناہوں کے ارتکاب کی جسارت کرتے ہو! یہ نہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ تم سے غافل ہے یا تم زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کو عاجز کر سکو گے۔ تمہاری قدرت و اختیار تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے۔ تمہارے نفس نے جن امور کو مزین کر کے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات کے بارے میں تمہیں فریب میں مبتلا کر رکھا ہے' وہ تمہیں دھوکے میں نہ رکھیں۔ کائنات کے تمام گوشوں میں تم اللہ تعالیٰ کو عاجز نہ کر سکو گے ﴿ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ ﴾ ''اور نہ اللہ کے سوا تمہارا کوئی دوست ہے۔'' جو تمہاری سرپرستی کرے اور تمہیں تمہارے دینی اور دنیاوی مصالح حاصل ہوں۔ ﴿ وَّلَا نَصِیْرٍ ﴾ ''اور نہ کوئی مددگار'' جو تمہاری مدد کرے اور تمہاری تکالیف کو دور کرے۔

وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآىِٕهٖۤ اُولٰٓىِٕكَ یَىِٕسُوْا مِنْ رَّحْمَتِیْ

اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اللہ کی آیات اور اس کی ملاقات کا، یہی لوگ ناامید ہیں میری رحمت سے

وَاُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۲۳﴾

اور یہ لوگ، انہی کے لئے ہے عذاب نہایت دردناک ○

اللہ تبارک و تعالیٰ ان لوگوں کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے جن سے بھلائی زائل ہو گئی اور ان کو شر حاصل ہوا۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ' اس کے رسولوں اور ان کی لائی ہوئی کتابوں کا انکار کیا اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو جھٹلایا' ان کے پاس دنیا کے سوا کچھ نہیں اسی لئے انہوں نے شرک اور معاصی کا ارتکاب کیا کیونکہ ان کے دلوں میں کوئی ایسی چیز نہیں جو انہیں ان گناہوں کے انجام سے ڈرائے' اس لئے فرمایا: ﴿ اُولٰٓىِٕكَ یَىِٕسُوْا مِنْ رَّحْمَتِیْ ﴾ ''یہ لوگ میری رحمت سے ناامید ہو گئے۔'' یعنی ان کے پاس کوئی ایسا سبب نہ ہو گا جس کے ذریعے سے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بہرہ ور ہوں ورنہ اگر انہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید ہوتی تو اس رحمت کے حصول کے لئے عمل کرتے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا بڑے بڑے ممنوعات میں سے ہے اور اس کی دو اقسام ہیں:

① کفار کا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو کر ان تمام اسباب کو ترک کر دینا جو اللہ تعالیٰ کے قریب کرتے ہیں۔

② گناہ گاروں کا اپنے گناہوں اور جرائم کی کثرت کے سبب اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا جو انہیں

وحشت میں مبتلا کر کے ان کے قلوب پر حاوی ہو جاتے ہیں اور یوں ان کے قلوب میں مایوسی جنم لیتی ہے۔

﴿وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ”اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔“ یعنی تکلیف دہ اور دل دوز، گویا کہ یہ آیات حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اپنی قوم کے ساتھ کلام اور ان کی قوم کا آپ کی بات رد کرنے کے درمیان بطور جملہ معترضہ آئی ہیں۔ واللہ اعلم۔

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ؕ

پس نہ تھا جواب اسکی قوم کا مگر یہ کہ کہا انہوں نے، تم قتل کر دو اسے یا جلا دو اسے پس نجات دی اس کو اللہ نے (اس) آگ سے

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

بلاشبہ اس (نجات) میں البتہ نشانیاں ہیں ان لوگوں کیلئے جو ایمان لاتے ہیں ○ اور کہا ابراہیم نے، یقیناً ٹھہرایا ہے تم نے سوائے اللہ کے

اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ

بتوں کو (معبود) آپس کی دوستی کی وجہ سے، زندگانی دنیا میں پھر دن قیامت کے کفر (انکار) کرے گا بعض تمہارا

بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۫ وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ ۙۖ

بعض کا، اور لعنت کرے گا بعض تمہارا بعض کو اور ٹھکانا تمہارا آگ ہے، اور نہیں ہو گا تمہارے لئے کوئی مددگار ○

یعنی جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو اپنے رب کی طرف بلایا تو آپ کی قوم نے آپ کی دعوت پر لبیک کہی نہ آپ کی خیر خواہی کی اور نہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی بعثت کی نعمت کی رؤیت کو اپنا راہنما ہی بنایا۔ ان کا جواب تو بدترین جواب تھا۔ ﴿قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ﴾ ”انہوں نے کہا، اسے مار ڈالو یا جلا دو۔“ یعنی اسے بدترین طریقے سے قتل کرو۔ وہ قدرت رکھنے والے اصحاب اقتدار لوگ تھے، چنانچہ انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا ﴿فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ﴾ ”پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو بچا لیا آگ سے“ ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ ”بے شک اس میں ایمان دار لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔“ پس وہ اہل ایمان اور انبیاء و رسل کی تعلیمات کی صحت، ان کی نیکی اور ان کی خیر خواہی اور انبیاء و رسل کے مخالفین و معارضین کے موقف کے بطلان کو خوب جانتے تھے۔ گویا رسولوں کے مخالفین ان کی تکذیب کی ایک دوسرے کو وصیت کیا کرتے اور ایک دوسرے کو ترغیب دیا کرتے تھے۔

﴿وَقَالَ﴾ ابرہیم علیہ السلام نے، ان کے ساتھ خیر خواہی کی وجہ سے فرمایا: ﴿اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ ”تم جو اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو لے بیٹھے ہو، صرف دنیا میں باہم دوستی کے لیے۔“ اس کی غایت و انتہا بس دنیا میں دوستی اور محبت ہے جو عنقریب ختم ہو جائے گی۔ ﴿ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا﴾ ”پھر قیامت کے دن تم ایک دوسرے کی دوستی کا انکار کرو گے اور ایک

دوسرے پر لعنت بھیجو گے۔“ تمام عابد اور معبود ایک دوسرے سے براءت کا اظہار کریں گے۔ ﴿وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ﴾ (الاحقاف:٤٦/٦) ”اور جب لوگوں کو جمع کیا جائے گا تو یہ ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی پرستش سے صاف انکار کر جائیں گے۔“ تب تم ایسی ہستیوں سے کیونکر تعلق رکھتے ہو جو عنقریب اپنے عبادت گزاروں سے بیزاری کا اظہار کریں گی۔ ﴿وَّ﴾ ”اور“ بے شک یعنی عابدوں اور معبودوں' سب کا ٹھکانا ﴿النَّارُ﴾ ”جہنم ہوگا“ اور کوئی انہیں اللہ کے عذاب سے بچا سکے گا نہ ان سے اس کے عقاب کو دور کر سکے گا۔

فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ وَقَالَ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٢٦﴾

وقف لازم

پس ایمان لایا ابراہیم پر لوط اور کہا ابراہیم نے، بیشک میں ہجرت کرنیوالا ہوں اپنے رب کی طرف' بلاشبہ وہ ہے نہایت غالب، خوب حکمت والا ○

وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ وَاٰتَيْنٰهُ

اور عطا کیے ہم نے اس کو اسحاق اور یعقوب، اور رکھ دی ہم نے اس کی اولاد میں نبوت اور کتاب اور دیا ہم نے اس کو

اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٢٧﴾

اس کا اجر (صلہ) دنیا میں اور بلاشبہ وہ آخرت میں البتہ نیک لوگوں میں سے ہوگا ○

ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم کو دعوت دیتے رہے اور ان کی قوم اپنے عناد پر جمی رہی۔ سوائے لوط علیہ السلام کے جو ابراہیم علیہ السلام کی دعوت پر ایمان لے آئے اللہ تعالیٰ نے لوط علیہ السلام کو نبوت سے سرفراز فرما کر ان کی قوم کی طرف مبعوث فرمایا۔ جس کا ذکر عنقریب آئے گا۔ ﴿وَقَالَ﴾ جب ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ ان کی دعوت کچھ فائدہ نہیں دے رہی تو کہنے لگے ﴿اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ﴾ ”میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں۔“ یعنی وہ برے خطۂ ارض کو چھوڑ کر بابرکت سرزمین کی طرف نکل گئے...... اس سے مراد ملک شام ہے۔ ﴿اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ﴾ ”بے شک وہ بڑا ہی غالب ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ جو قوت کا مالک ہے تمہیں ہدایت دینے پر قادر ہے لیکن وہ حکمت والا ہے اور اس کی حکمت ایسا کرنے کی مقتضی نہیں۔

جب ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم کو اسی حال میں چھوڑ کر چلے گئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر نہیں فرمایا کہ اس نے ان کو ہلاک کر دیا تھا بلکہ صرف یہ ذکر فرمایا کہ آپ وہاں سے ہجرت کر گئے اور اپنی قوم کو چھوڑ کر چلے گئے۔ رہا وہ قصہ جو اسرائیلیات میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی قوم پر مچھروں کا دروازہ کھول دیا۔ وہ ان کا خون پی گئے' گوشت کھا گئے اور ان کے آخری آدمی تک کو ہلاک کر ڈالا اس بارے میں حتمی رائے قائم کرنے کے لئے دلیل پر توقف کرنا چاہیے جو کہ موجود نہیں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے عذاب کے ذریعے سے ان کو تہس نہس کیا ہوتا تو ضرور اس کا ذکر فرماتا جیسے دیگر جھٹلانے والی امتوں کی ہلاکت کا ذکر فرمایا ہے۔

مگر کیا اس قصہ کا یہ راز تو نہیں کہ حضرت خلیل علیہ السلام مخلوق میں سب سے زیادہ رحیم و شفیق، سب سے زیادہ افضل، سب سے زیادہ حلیم اور سب سے زیادہ جلیل القدر لوگوں میں سے تھے۔ آپ نے کبھی اپنی قوم کے لئے بددعا نہیں کی جیسے دیگر بعض انبیائے کرام نے بددعا کی اور نہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب آپ کی قوم پر عذاب نازل فرمایا...... اس موقف پر یہ واقعہ بھی دلالت کرتا ہے کہ جب فرشتے قوم لوط کو ہلاک کرنے کے لئے آپ کے پاس آئے تو آپ نے قوم لوط کی مدافعت کے لئے ان فرشتوں سے جھگڑا کیا حالانکہ وہ آپ کی قوم نہ تھی۔ اصل صورت حال کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

﴿وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ﴾ ”اور ہم نے ان کو اسحاق اور یعقوب (علیہما السلام) دیے۔“ یعنی آپ کے ملک شام کی طرف ہجرت کر جانے کے بعد ﴿وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ﴾ ”اور کر دی ہم نے ان کی اولاد میں نبوت اور کتاب۔“ آپ کے بعد جو بھی نبی مبعوث ہوا وہ آپ کی اولاد سے تھا اور جو بھی کتاب نازل ہوئی وہ آپ کی اولاد پر نازل ہوئی حتیٰ کہ انبیاء کا سلسلہ نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ذریعے سے ختم کر دیا گیا۔ یہ اعلیٰ ترین مناقب و مفاخر ہیں کہ ہدایت و رحمت، سعادت و فلاح اور کامیابی کا مواد آپ کی ذریت میں ہو، نیز اہل ایمان اور صالحین آپ کی اولاد کے ہاتھوں پر ایمان لائے اور انہوں نے آپ کی ذریت کے ذریعے سے ہدایت پائی۔

﴿وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا﴾ ”اور ہم نے ان کو دنیا میں بھی ان کا صلہ عنایت کیا۔“ یعنی ہم نے آپ کو نہایت خوبصورت بیوی عطا کی جو حسن و جمال میں تمام عورتوں پر فوقیت رکھتی تھی، ہم نے آپ کو وسیع رزق اور اولاد سے سرفراز کیا جن سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی معرفت، محبت اور انابت سے نوازا۔

﴿وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ ”اور بے شک وہ آخرت میں بھی نیک لوگوں میں ہوں گے۔“ بلکہ آپ اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ علی الاطلاق تمام مخلوق میں سب زیادہ صالح اور سب سے زیادہ بلند منزلت تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے دنیا و آخرت کی سعادت کو جمع کر دیا تھا۔

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ۡ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ

اور (یاد کیجئے) لوط کو، جب کہا تھا اس نے اپنی قوم سے، بلاشبہ تم ارتکاب کرتے ہو ایسی بے حیائی کا کہ نہیں پہلے کی تم سے یہ (برائی) کسی نے بھی

مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝٢٨ اَىِٕنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ڏ وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ

جہان والوں میں سے ○ کیا بیشک تم البتہ آتے ہو مردوں کے پاس (جنسی تسکین کیلئے) اور قطع کرتے (کاٹتے) ہو تم راستے اور کرتے ہو تم اپنی مجلس میں

الْمُنْكَرَ ۭ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ

برے کام، پس نہ تھا جواب اس کی قوم کا مگر یہ کہ کہا انہوں نے لے آ تو ہم پر عذاب اللہ کا اگر ہے تو

مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (۲۹) قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ (۳۰) ع وَلَمَّا جَآءَتْ

سچوں میں سے ○ لوط نے کہا اے میرے رب! تو مدد فرما میری قوم فسادی پر ○ اور جب آئے

رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۚ اِنَّ اَهْلَهَا

ہمارے قاصد ابراہیم کے پاس ساتھ خوشخبری کے تو انہوں نے کہا بلاشبہ ہم ہلاک کرنیوالے ہیں اس بستی (سدوم) کے باشندوں کو بلاشبہ اس کے باشندے

كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ (۳۱) ۚۖ قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا ؕ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ٭ وقفة لَنُنَجِّيَنَّهٗ

ہیں ظالم ○ ابراہیم نے کہا، بیشک اس میں تو لوط (بھی) ہے، انہوں نے کہا، ہم خوب جانتے ہیں اسکو جو کوئی اس میں ہے البتہ ہم ضرور نجات دیں گے لوط

وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۫ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ (۳۲) وَلَمَّآ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا

اور اسکے گھر والوں کو سوائے اس کی بیوی کے وہ ہوگی پیچھے رہنے والوں میں سے ○ اور جب آئے ہمارے قاصد لوط کے پاس

سِیْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ ۫ اِنَّا مُنَجُّوْكَ

تو وہ مغموم ہوا بوجہ ان (کے آنے) کے، اور تنگ ہوا انکی وجہ سے (اسکا) سینہ اور فرشتوں نے کہا، نہ ڈر تو اور نہ غم کھا، بلاشبہ ہم نجات دینے والے ہیں تجھے

وَاَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ (۳۳) اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰٓى اَهْلِ هٰذِهِ

اور تیرے گھر والوں کو سوائے تیری بیوی کے وہ ہوگی پیچھے رہنے والوں میں سے ○ بیشک ہم نازل کرنیوالے ہیں اوپر باشندوں کے اس

الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ (۳۴) وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَآ

بستی کے عذاب آسمان سے بہ سبب اس کے جو تھے وہ نافرمانی کرتے ○ اور البتہ تحقیق چھوڑی ہم نے اس (بستی) میں سے

اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ (۳۵)

ایک نشانی واضح ان لوگوں کیلیے جو عقل رکھتے ہیں ○

گزشتہ سطور میں گزر چکا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لا کر ہدایت یافتہ لوگوں میں شامل ہوئے۔ مفسرین بیان کرتے ہیں کہ حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت میں سے نہیں بلکہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: ﴿وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ﴾ اگرچہ عام ہے مگر حضرت لوط علیہ السلام کا نبی ہونا حالانکہ وہ آپ کی اولاد میں سے نہ تھے اس آیت کے خلاف نہیں ہے کیونکہ آیت کریمہ حضرت خلیل علیہ السلام کی مدح وثنا کے سیاق میں آئی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آگاہ فرمایا ہے کہ لوط علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھ پر ایمان لائے تھے اور جس شخص نے آپ کے ہاتھ پر ہدایت پائی وہ ہادی کی فضیلت کی طرف نسبت کی بنا پر آپ کی اولاد میں سے ہدایت پانے والے سے زیادہ کامل ہے۔ واللہ اعلم۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے لوط علیہ السلام کو ان کی قوم میں مبعوث فرمایا ان میں شرک کی بیماری کے ساتھ ساتھ، مردوں کے ساتھ بدکاری، راہ زنی اور مجالس میں فواحش ومنکرات کے ارتکاب جیسے برے کام بھی جمع تھے۔

لوط علیہ السلام نے ان کو ان فواحش سے روکا اور ان پر ان فواحش کی قباحتیں واضح کیں اور ان کی پاداش میں نازل ہونے والے عذاب کے بارے میں آگاہ فرمایا مگر انہوں نے اس بات کی طرف کوئی توجہ دی نہ نصیحت پکڑی۔ ﴿ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴾ ”پس ان کی قوم کا اس کے سوا کوئی جواب نہ تھا کہ لے آ اللہ کا عذاب اگر تو سچوں میں سے ہے۔“ ان کا نبی ان سے مایوس ہو گیا اور اسے یقین ہو گیا کہ اس کی قوم عذاب کی مستحق ہے، ان کے بہت زیادہ جھٹلانے کی وجہ سے حضرت لوط بے قرار ہو گئے آپ نے ان کے لئے بددعا کی ﴿ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ ﴾ ”انہوں (لوط علیہ السلام) نے کہا، اے میرے رب! ان مفسد لوگوں کے مقابلے میں میری مدد فرما۔“ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کر لی اور ان کی قوم کو ہلاک کرنے کے لئے فرشتے بھیجے۔

لوط علیہ السلام کے پاس جانے سے قبل یہ فرشتے ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے گزرے انہوں نے آپ کو اسحاق کی اور اس کے بعد یعقوب کی خوشخبری دی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے پوچھا کہ ان کا کہاں کا ارادہ ہے انہوں نے کہا کہ وہ قوم لوط کو ہلاک کرنے کے لئے آئے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے ان کے ساتھ بحث کرتے ہوئے کہا: ﴿ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا ﴾ ”اس میں تو لوط بھی ہیں۔“ فرشتوں نے جواب دیا: ﴿ لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴾ ”ہم ان کو اور ان کے گھر والوں کو بچا لیں گے بجز ان کی بیوی کے وہ پیچھے رہنے والوں میں ہوگی۔“ پھر وہ وہاں سے چلے گئے اور لوط علیہ السلام کے پاس آئے۔ ان کا آنا لوط علیہ السلام کو بہت ناگوار گزرا اور بہت تنگدل ہوئے کیونکہ آپ ان کو پہچان نہ پائے تھے وہ سمجھتے تھے کہ وہ مہمان اور مسافر ہیں اس لئے وہ ان کے بارے میں اپنی قوم کے رویے سے خائف تھے تو فرشتوں نے آپ سے کہا۔ ﴿ لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ ﴾ ”خوف کیجئے نہ رنج کیجئے۔“ اور انہوں نے لوط علیہ السلام کو بتایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں ﴿ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ○ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰٓى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴾ ”ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو بچا لیں گے بجز آپ کی بیوی کے کہ وہ پیچھے رہنے والوں میں ہوگی۔ بے شک ہم اس بستی کے رہنے والوں پر آسمان سے عذاب نازل کرنے والے ہیں کیونکہ یہ بدکاری کر رہے تھے۔“ فرشتوں نے لوط علیہ السلام سے کہا کہ وہ اپنے گھر والوں کو لے کر راتوں رات نکل جائیں۔ پس جب صبح ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے گھروں کو ان پر الٹ دیا اور اوپر والا حصہ نیچے کر دیا اور ان پر پے در پے کھنگر کے پتھر برسائے جنہوں نے ان کو ہلاک کر کے نیست و نابود کر دیا، لہٰذا وہ کہانیاں اور عبرت کا نشان بن کر رہ گئے۔

﴿ وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَآ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴾ یعنی ہم نے دیار قوم لوط کو عقل مند لوگوں کے لئے واضح آثار اور ان کے دلوں کے لئے عبرت بنا دیا پس وہ ان آثار سے متمتع ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ○ وَبِالَّيْلِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ (الصّٰٓفّٰت: ۳۷/۱۳۷-۱۳۸) ”اور تم دن رات ان کے اجڑے ہوئے گھروں پر گزرتے ہو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟“

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۙ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْاٰخِرَ

اور (بھیجا ہم نے) مدین کی طرف انکے بھائی شعیب کو، تو اس نے کہا، اے میری قوم! عبادت کرو تم اللہ کی، اور امید رکھو تم یوم آخرت کی

وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ (۳۶) فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا

اور نہ پھرو تم زمین میں فساد کرتے ہوئے ○ پس انہوں نے جھٹلایا اسے تو پکڑ لیا انہیں زلزلے نے، پس ہو گئے وہ

فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۫ (۳۷)

اپنے گھروں میں (مردہ) گھٹنوں کے بل گرے ہوئے ○

﴿وَ﴾ ”اور“ یعنی ہم نے مبعوث کیا: ﴿اِلٰى مَدْيَنَ﴾ ”اہل مدین کی طرف“ جو ایک مشہور و معروف قبیلہ تھا ﴿اَخَاهُمْ شُعَيْبًا﴾ ”ان کے نسبی بھائی شعیب کو“ جنہوں نے ان کو اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے، آخرت پر ایمان رکھنے، اللہ تعالیٰ پر امیدیں رکھنے اور صرف اسی کے لئے عمل کرنے کا حکم دیا اور ان کو زمین میں فساد پھیلانے، ناپ تول میں کمی کرنے اور ڈاکہ زنی سے روکا مگر انہوں نے ان کو جھوٹا سمجھا، تو اللہ تعالیٰ کے عذاب نے ان کو آ لیا ﴿فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ﴾ ”پس وہ اپنے گھر میں پڑے کے پڑے رہ گئے۔“

وَعَادًا وَّثَمُوْدَاۡ وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ ۫ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ

اور (ہلاک کیا ہم نے) عاد اور ثمود کو اور تحقیق واضح ہو چکا ہے تم پر (انکا ہلاک ہونا) انکے گھروں سے اور مزین کر دیئے تھے ان کیلئے شیطان نے انکے عمل،

فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ۙ (۳۸) وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ ۫ وَلَقَدْ

پس اس نے روک دیا انہیں (سیدھی) راہ سے، حالانکہ تھے وہ سمجھنے والے ○ اور (ہلاک کیا) قارون اور فرعون اور ہامان کو (بھی)، اور البتہ تحقیق

جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ ۚۖ (۳۹) فَكُلًّا

آئے تھے انکے پاس موسیٰ ساتھ واضح دلیلوں کے، پس تکبر کیا انہوں نے زمین میں، اور نہ ہوئے وہ بچ کر نکل جانے والے (عذاب سے) ○ پس ہر ایک کو

اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ

پکڑا ہم نے بوجہ اسکے گناہوں کے، پس کوئی تو انمیں سے وہ ہے کہ بھیجی ہم نے اس پر پتھراؤ کرنیوالی آندھی اور کوئی انمیں سے وہ ہے کہ پکڑا اسے

الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ

چیخ نے اور کوئی انمیں سے وہ ہے کہ دھنسا دیا ہم نے اسے زمین میں اور کوئی انمیں سے وہ ہے کہ غرق کر دیا ہم نے (اسے) اور نہیں تھا

اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (۴۰)

اللہ کہ ظلم کرتا وہ ان پر، لیکن تھے وہ (خود ہی) اپنے نفسوں پر ظلم کرتے ○

اور ہم نے عاد و ثمود کے ساتھ بھی یہی کچھ کیا آپ کو ان کا قصہ معلوم ہے۔ اگر تم ان کے گھروں اور ان کے آثار کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرو جن کو وہ چھوڑ گئے ہیں تو تم پر کچھ حقیقت واضح ہو جائے گی۔ ان کے رسول ان کے پاس واضح دلائل لے کر آئے جو بصیرت کے لئے مفید تھے مگر انہوں نے ان کو جھٹلایا اور ان کے ساتھ جھگڑا کیا۔

﴿ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ ﴾ ''اور شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے سامنے آراستہ کر دیا'' حتیٰ کہ وہ سمجھنے لگے کہ یہ اعمال ان اعمال سے افضل ہیں جنہیں انبیاء لے کر آئے ہیں۔ قارون' فرعون اور ہامان کا یہی رویہ تھا جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو واضح دلائل اور روشن براہین کے ساتھ مبعوث کیا تو انہوں نے ان دلائل کے سامنے سر تسلیم خم نہ کیا بلکہ وہ زمین پر اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ تکبر سے پیش آئے اور انہیں ذلیل کیا اور حق کو تکبر کے ساتھ ٹھکرا دیا مگر جب ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا تو وہ اس سے بچنے پر قادر نہ تھے۔

﴿ وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ ﴾ وہ اللہ سے بھاگ کر کہیں جا نہ سکے اور انہیں اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا پڑا۔

﴿ فَكُلًّا ﴾ ''پس سب کو'' یعنی انبیاء کی تکذیب کرنے والی ان تمام قوموں کو ﴿ اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ﴾ ہم نے ان کے گناہ کی مقدار اور اس گناہ سے مناسبت والی سزا کے ذریعے سے پکڑ لیا۔ ﴿ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ﴾ ''پس ان میں کچھ تو ایسے تھے جن پر ہم نے پتھروں کا مینہ برسایا۔'' یعنی ہم نے ان پر ایسا عذاب نازل کیا جس میں ان کو پتھر مار کر ہلاک کیا جیسے قوم عاد' اللہ تعالیٰ نے اس پر تباہ کن آندھی بھیجی اور ﴿ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ﴾ (الحاقة: ٦٩/٧) ''اس ہوا کو سات رات اور آٹھ دن تک لگا تار چلائے رکھا تو تو ان نافرمان لوگوں کو اس میں اس طرح مرے پڑے ہوئے دیکھتا ہے جیسے کھجوروں کے کھوکھلے تنے ہوں۔''

﴿ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ﴾ ''اور کچھ ایسے تھے جن کو چنگھاڑ نے آ پکڑا'' جیسے صالح علیہ السلام کی قوم ﴿ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ﴾ ''اور کچھ ایسے تھے جن کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا۔'' جیسے قارون ﴿ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ﴾ ''اور کچھ ایسے تھے جن کو ہم نے غرق کر دیا۔'' جیسے فرعون' ہامان اور ان کے لشکر ﴿ وَمَا كَانَ اللّٰهُ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے مناسب اور اس کے لائق نہیں کہ وہ اپنے کمال عدل اور مخلوق سے کامل بے نیازی کی بنا پر بندوں پر ظلم کرتا ﴿ وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴾ ''لیکن وہ اپنے ہی نفوس پر ظلم کرتے تھے۔'' انہوں نے اپنے نفوس کو ان کے حقوق سے محروم کر دیا۔ کیونکہ نفوس اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ ان مشرکین نے ان کو ایسے کاموں میں استعمال کیا جن کے لئے وہ پیدا نہیں کئے گئے انہوں نے ان کو شہوات میں مشغول کر کے سخت نقصان پہنچایا جبکہ وہ اس گمان باطل میں مبتلا رہے کہ وہ ان کو فائدہ پہنچا رہے ہیں۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ

مثال ان لوگوں کی جنہوں نے بنائے سوائے اللہ کے (اور) کارساز (وہ) مانند مثال مکڑی کی ہیں کہ بنایا اس نے

وقف لازم

بَيْتًا ۭ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ اِنَّ اللّٰهَ

ایک گھر، اور بلاشبہ زیادہ کمزور سب گھروں سے البتہ گھر (جالا) ہے مکڑی کا، کاش! کہ ہوتے وہ جانتے ○ بلاشبہ اللہ

يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۴۲﴾ وَتِلْكَ

جانتا ہے جسکو وہ (مشرک) پکارتے ہیں سوائے اللہ کے جو بھی ہو، اور وہ نہایت غالب، خوب حکمت والا ہے ○ اور یہ

الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾

مثالیں ہیں، بیان کرتے ہیں ہم ان کو لوگوں کے لئے اور نہیں سمجھتے انہیں مگر علم والے ہی ○

یہ مثال، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس شخص کے لئے بیان کی ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسری ہستیوں کی عبادت بھی کرتا ہے اور اس کا مقصد ان سے عزت، قوت اور منفعت کا حصول ہے، حالانکہ حقیقت اس کے مقصود کے بالکل برعکس ہے۔ اس شخص کی مثال اس مکڑی کی سی ہے جس نے جالے کا گھر بنایا ہوتا کہ گرمی، سردی اور دیگر آفات سے محفوظ رہے۔ ﴿وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ﴾ "مگر سب سے کمزور گھر" ﴿لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ﴾ "مکڑی کا گھر ہوتا ہے۔" مکڑی کا شمار کمزور حیوانات میں ہوتا ہے اور اس کا گھر تو سب سے کمزور گھر ہے، وہ گھر بنا کر اس میں کمزوری کے سوا کچھ اضافہ نہیں کرتی۔ اسی طرح مشرکین نے جو اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے سرپرست بنا رکھے ہیں وہ ہر لحاظ سے محتاج اور عاجز ہیں۔ یہ لوگ غیر اللہ کی اس لئے عبادت کرتے ہیں تا کہ ان کے ذریعے سے عزت اور فتح ونصرت حاصل کریں مگر وہ اپنی کمزوری اور بے بسی ہی میں اضافہ کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنے بہت سے مصالح کو ان پر بھروسہ کرتے ہوئے ان پر چھوڑ دیا اور ان سے الگ ہو گئے کہ عن قریب ان کے معبود ذمہ داری اٹھالیں گے تو ان کے معبودوں نے ان کو چھوڑ دیا۔ پس انہیں ان سے کوئی فائدہ اور کوئی ادنیٰ سی مدد بھی حاصل نہیں ہو سکی۔ اگر انہیں اپنے حال کے بارے میں حقیقی علم ہوتا اور انہیں ان ہستیوں کی بے بسی کا حال بھی معلوم ہوتا تو وہ انہیں کبھی معبود نہ بناتے، ان سے بیزاری کا اظہار کرتے اور رب قادر ورحیم کو اپنا والی ومددگار بناتے۔ بندہ جب اس قادر ورحیم کو اپنا سرپرست بنا کر اس پر بھروسہ کرتا ہے تو وہ اس کے دین ودنیا کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔ اس کے قلب وبدن اور حال واعمال میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے مشرکین کے معبودان باطل کی کمزوری بیان کرنے کے بعد اس سے زیادہ بلیغ اسلوب کی طرف ارتقاء کیا، فرمایا کہ ان معبودان کا سرے سے کوئی وجود ہی نہیں بلکہ یہ تو مجرد نام ہیں جو انہوں نے گھڑ لئے ہیں اور محض وہم وگمان ہے جس کو انہوں نے عقیدہ بنا لیا ہے۔ تحقیق کے وقت ایک عقل مند شخص پر اس کا بطلان واضح ہو جائے گا بنابریں فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ جانتا ہے..... اور وہ غائب وموجود کا علم رکھنے والا ہے..... کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا جس چیز کو پکارتے ہیں ان کا سرے سے کوئی

وجود ہی نہیں، ان کا کوئی وجود ہے نہ وہ حقیقت میں الٰہ ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اِنْ هِیَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّیْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ﴾ (النجم: ۵۳/۲۳) ”یہ صرف نام ہیں جن کو تم نے اور تمہارے آباء واجداد نے گھڑ لیا ہے جس پر اللہ نے کوئی سند نہیں اتاری۔“ اور فرمایا: ﴿وَمَا یَتَّبِعُ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ ۭ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ﴾ (یونس: ۱۰/۶۶) ”اور وہ لوگ جو اللہ کے سوا کچھ خود ساختہ شریکوں کو پکارتے ہیں وہ صرف وہم وگمان کے پیرو ہیں اور وہ محض قیاس آرائیاں کر رہے ہیں۔“

﴿وَهُوَ الْعَزِیْزُ﴾ جو تمام قوت کا مالک اور جو تمام مخلوق پر غالب ہے ﴿الْحَكِیْمُ﴾ جو تمام چیزوں کو ان کے لائق مقام پر رکھتا ہے، جس نے ہر چیز کو بہترین تخلیق سے نوازا اور اس نے جو حکم دیا بہترین حکم دیا۔

﴿وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ﴾ ”اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں۔“ اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ مثالیں لوگوں کے فائدے اور ان کی تعلیم کی خاطر بیان کی ہیں کیونکہ ضرب الامثال علوم کو توضیح کے ساتھ بیان کرنے کا طریقہ ہے۔ ضرب الامثال کے ذریعے سے امور عقلیہ کو امور حسیہ کے قریب لایا جاتا ہے اور مثالوں کے ذریعے سے معانی مطلوبہ واضح ہو جاتے ہیں۔ ﴿وَمَا یَعْقِلُهَآ﴾ مگر اس میں غور و فکر کے بعد اس میں وہی لوگ فہم حاصل کرتے ہیں اور پھر اپنے قلب میں عقل کے ساتھ وہی لوگ اس کی تطبیق کرتے ہیں۔ ﴿اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ﴾ جو حقیقی اہل علم ہیں اور علم ان کے قلب کی گہرائیوں میں جاگزیں ہے۔ یہ ضرب الامثال کی مدح و توصیف ہے نیز ان میں تدبر کرنے اور ان کو سمجھنے کی ترغیب اور جو کوئی ان میں سمجھ پیدا کرتا ہے اس کی مدح وثنا ہے اور اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ضرب الامثال استعمال کرنے والا شخص اہل علم میں سے ہے اور نیز جو ان کو نہیں سمجھتا وہ اہل علم میں شمار نہیں ہوتا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جو امثال بیان کی ہیں وہ بڑے بڑے امور، مطالب عالیہ اور مسائل جلیلہ میں بیان کی ہیں، اہل علم جانتے ہیں کہ ضرب الامثال دیگر اسالیب بیان سے زیادہ اہم ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود ان کو درخور اعتناء قرار دیا ہے اور اپنے بندوں کو ترغیب دی ہے کہ وہ ان میں غور و فکر کریں اور ان کی معرفت حاصل کرنے کی پوری کوشش کریں۔

رہا وہ شخص جو ضرب الامثال کی اہمیت کے باوجود ان کو نہیں سمجھتا، تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اہل علم میں سے نہیں ہے، کیونکہ جب وہ نہایت اہم مسائل کی معرفت نہیں رکھتا تو غیر اہم مسائل میں اس کی عدم معرفت زیادہ اولیٰ ہے، بنابریں اللہ تبارک وتعالیٰ نے زیادہ تر اصول دین وغیرہ میں ضرب الامثال استعمال کی ہیں۔

خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ﴿٤٤﴾ ع

پیدا کیا اللہ نے آسمانوں اور زمین کو ساتھ حق کے، بلاشبہ اس میں البتہ (عظیم) نشانی ہے مومنوں کے لیے ○

یہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہی ہے کہ جس نے آسمانوں کو ان کی بلندیوں، ان کی کشادگی، ان کی خوبصورتی اور ان کے اندر سورج، چاند، دیگر سیارگان اور فرشتوں کی موجودگی کے باوجود اکیلے تخلیق کیا ہے اور وہی ہے جو زمین اور اس کے پہاڑوں، سمندروں، صحراؤں، بیابانوں اور درختوں کی تخلیق میں متفرد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام چیزوں کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے ان تمام چیزوں کو عبث، بے کار اور بے فائدہ پیدا نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو صرف اس لئے تخلیق فرمایا ہے کہ اس کا حکم اور شریعت نافذ ہو اور اس کے بندوں پر اس کی نعمت کا اتمام ہو تاکہ بندے اس کی حکمت، اس کے غلبہ اور اس کی تدبیر کائنات کا مشاہدہ کریں جو اس حقیقت کی طرف ان کی راہنمائی کرتی ہے کہ وہ اکیلا ان کا معبود، محبوب اور الٰہ ہے۔ ﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ﴾ بے شک اس میں اہل ایمان کے لئے بہت سے مطالب ایمانیہ کی طرف راہنمائی کے لئے نشانیاں ہیں جب بندۂ مومن ان میں تدبر کرتا ہے تو ان نشانیوں کو عیاں دیکھتا ہے۔